

U. 9169

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ لَبِغْ مَا نَزَّلَ الْكِتَابَ



میں سے ایک عظیم

۵۹ ار ۳
۱۵
رسال
۶۸۳

زیر دستہ امیر الامرا کٹر راجہ محمد احمد صاحب داران محمود آباد
زیر نگارانی حضرت تاج العلماء جناب لانا سید محمد ذکی صاحب قلعہ مجتہد العصر
زیر ادارت سید آغا محمدی رضوی

۱۳۶۷ھ

مقاصد

- (۱) مذہب اسلام کا اکل الا دیان ہونا۔
- (۲) پیغمبر اسلام کا افضل الخلاق ہونا۔
- (۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اسکی جامعیت۔
- (۴) اسلامی اخلاق و آداب کی افضلیت۔
- (۵) اسلامی تمدن کی فوقیت۔
- (۶) اسلامی احکام اور قوانین شریعت
- (۷) ائمہ طاہرین کے کمالات و ہدایات۔
- (۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات
- (۹) قرآن مجید کا افضل الکتاب ہونا
- (۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ و نقلیہ
- (۱۱) فلسفہ قدیم و جدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام و ازالہ شہات
- (۱۲) اکتشافات جدیدہ و حقائق اسلام
- (۱۳) اخبار علیہ۔

قواعد

- ۱۔ یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی مہینہ کی آخری تاریخوں میں شایع ہوگا۔
- ۲۔ ہر خریدار کو کم از کم ایک سال کے لئے رسالہ خریدنا ہوگا۔
- ۳۔ نمونہ کا پرچہ ۴ روپے ٹکٹ آنے پر روانہ ہو سکتا ہے۔
- ۴۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے۔
- ۵۔ اشتہارات کی اجرت بذریعہ خط و کتابت

طے ہو سکتی ہے۔

- ۶۔ علمی معاملات کے متعلق خط و کتابت و ارسال مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہئے۔

۷۔ شرح قیمت روسا و دالیا ملک سے جو رحت

فرمائیں۔ عام خریداروں سے للہ، غریب و

طلباء سے بشرط تصدیق

بیتہ و الواعظۃ عظمیٰ

ہدایات

- (۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھ کر مضمون لکھا جائے ورنہ درج نہ ہو سکے گا۔

- (۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہئے۔ ادنیٰ طر کو تغیر و تبدل کا اختیار ہوگا

- (۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو جائے۔ حاشیہ پر جگہ رہے۔

- (۴) مضامین صاف خط میں تحریر کئے جائیں اور عبارات عربیہ پر اعرا ب لگائے جائیں۔ نیز عربی عبارات کا دوسرے کالم میں ترجمہ ہونا چاہئے۔

- (۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے۔

- (۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہئے۔

ہندوستان میں اسلام

صد افسوس کہ بد نصیب ہندوستان اپنے محبوب بن مہر کو کھو چکا اور گاندھی جی نے دفعۃً سفر آخرت کیا۔ ہر جنوری کی شام ملک کیلئے مصیبت عظمیٰ تھی جسکی نظیر شام ابد تک ملے گی وہ یقیناً انوار ملت کے لئے پدر شفیق تھے اُن کی آغوش تربیت ہندوستان کیلئے چاہنے والی ماں سے بھی زیادہ آرام و آسائش کے ذمہ دار تھو وہ زندگی کے تمام لمحات کو پبلک کی خدمت اور جانداروں کے تحفظ میں صرف کرنا چاہتے تھے فتنہ و فساد اور خانہ جنگی کا انکی صلح کن طبیعت پر سخت ترین با تھا اور ہندوستانوں کے ہر درد و کد کے ساتھ تھے اُن کے نظریے ہی وہ اصول تھے جن کو یاد کر کے ہر گھر میں اُن کا نام ہے۔

اس قیامت زاخبر کے پہنچتے ہی تین روز مدرسہ واعظین اور اس کے جلا دفاتر بند رہے پشت صفحہ پر اس خوشی کاں داستان کی تفصیل ہے

نئی دہلی ۲۳ جنوری۔ آج شام کو ۵ بجے کے بعد گاندھی جی حسب معمول اپنی دونوں پوتیلوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر پڑا تھا کہ جلسے میں گئے، تقریر شروع کرنے سے قبل وہ جلسہ گاہ کے چبوترے پر ہاتھ جوڑے حاضرین کو سلام کر رہے تھے کہ ایک مہندہ نوجوان نے اس پر دستوں سے پانچ فارکر دیے ایک گولی ان کی پیشانی پر لگی اور دو گولیاں ان کے پیٹ پر لگیں یہ مہندہ نوجوان خاکی لمبی کوٹ میں لمبوس تھا اس کی عمر کا اندازہ ۲۳ برس کیا جاتا ہے۔ یہ حادثہ اتنا اچانک اور غیر متوقع طور پر ہوا تھا کہ لوگوں کو پہلے تو اس کا احساس بھی نہیں ہوا آخر کار حملہ آور پکڑ لیا گیا مگر وہ مجمع میں چھپ کر غائب ہونا چاہتا تھا۔ گاندھی جی خون میں لت پت ہو چکے تھے انکو ایک پلنگ ڈال کر برلا ہاؤس لیجا لیا گیا۔ ان کے کمرے میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی ان کی پارٹی کی عورتیں درمرد ان کے چاروں طرف بیٹھ کر گیتا کے اشوک ٹھٹھنے لگے ان کا منہ مشرق کی طرف کر دیا گیا آخر ۲۴ منٹ کے بعد گاندھی جی سورگ باش ہو گئے۔

گاندھی جی کے چھوٹے صاحبزادے دیوداس گاندھی ان کی میت کو سرنے بیٹھے ہوئے آنسو بہا رہے تھے۔ مولانا آزاد کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں تھے۔

اعلان ہوا کہ کل شام کو ۴ بجے آخری رسوم جنماندی پر انجام پائیں گی انتقال کے وقت گاندھی جی کی عمر ۷۸ برس چار مہینے تھی۔

الواعظ

جلد ۲۹ بابت ماہ فروری ۱۹۴۸ء مطابق ربیع الاول ۱۳۶۷ھ نمبر ۲

نمبر شمار	نام مضمون	نام مضمون نگار	صفحہ
۱	دفن شہداء	ادیٹر	۱
۲	بہائی مذہب پر نقد و تبصرہ	جناب مولانا سید ظفر الحسن صاحب قلم بنارس	۱۵
۳	انسان کامل	جناب سید انیسوار احمد صاحب بلوری	۲۱
۴	زیر بن ارقم	جناب اکمل از بھوپال	۲۳
۵	حقیقی مومنین	عالم جناب مولوی سید حسین علی شاہ صاحب دکن	۳۷
۶	ریڈیو	ادیٹر	۳۸
۷	رباعی	عالم جناب نواب سید محمد حسین صاحب کوثر	۳۷
۸	امباہ شہزادہ سکندر شکوہ	جناب شیخ تقی حسین صاحب ایڈیٹر لکھنؤ	۳۹
۹	رباعیات	جناب سید علی اطہر صاحب مرعوت	۴۰
۱۰	لکھنؤ میں ایام عزاء	جناب احمدی حسین صاحب ہمدرد	۴۳

رسول نمبر

ادارہ نے طے کیا ہے کہ انشاء اللہ ماہ کے پہلے میں تمام علمی مقالات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس سیرت پر سچے قلم کے بجائیں اہل قلم افراد جلد اپنے بلند پایہ مضامین اور حضرات شعرا و دولہائے شاعر و دانہ کر کے الواعظ کی زینت بن جائیں۔

پیغمبر

عرض حال

ہواک نظر ادھر بھی

ناظرین رسالہ الواعظ کو سال نو (۱۹۴۸) مبارک ہو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ سخت ترین سال کسی نہ کسی طرح گزر گیا ملک کی تقسیم ہو چکی ہندوستان اور پاکستان ایک ملک میں دو اقلیتیں نمودار ہوئیں اس کا تقسیم نے مراسلت میں وہ رشتہ اندازی کی کہ خدا کی پناہ کبھی تو ادارہ الواعظ میں خطوط کی بھیر نہ رہے ہفتہ عشرہ و جیسٹس مقرر کی علامت عرصہ تک جدید انتظام کی بنیاد دی بی پاکستان جلسے سے ملتوی ہے۔ یوں تو ہر ماہ نامہ اور اخبار کو نقصان پہونچا مگر یہ حقیقت حال ہے کہ دورِ حاضر میں جیسا نقصان الواعظ کو پہونچا کسی پرچہ کو نہ ہوا ہوگا۔ علاقہ پنجاب اور سرحد میں مبلغین مدرسہ الواعظیں سمجھوتہ کا زلزلہ کی بنا پر زیادہ سے زیادہ خریدار بنے مگر انیسویں کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دو تین ماہ سے اُدھرنی مراسلت اتنی سہولتیں اور متوجہ ہو چکی ہے کہ نہ ہمارے اوزار دہانتک باکائی پہونچتی ہے اور نہ وہاں کے خطوط یہاں تک بروقت آتے ہیں۔ محرم نمبریں تقریباً ۱۵ دی۔ بی ایسے افراد کے دایں آگئے ہیں جو کہ انتقال رکھتے کر چکے ہیں اور سرحد میں نے اپنا خاص پتہ دفتر کو نہیں روانہ کیا۔ بیشتر دی۔ بی آگت اور ستمبر کے ہنوز نہ دایں ہوئے امدت کچھ بہت ہے کہ وہ مکتوب آئے تک پہونچے یا نہیں۔ ایسی حالت میں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ الواعظ کسی طرح اپنی منزلوں کو تمام کرے۔

ناظرین سے غفی نہیں ہے کہ ہندوستان کا یہ تبلیغی امداد ہنی اگر گن صرف اسلحہ خلق اور عقائد حقہ اکیسے نشر کے لئے جاری کیا گیا تھا اس سے جلد مسودت کی غرض بالکل نہ تھی داغلیں مدرسہ کی کاروائیوں سے یہی بوجہ قوم کو باخبر کرتا تھا مگر دسے بر حال ماکہ جس سالہ کا حق تمام قوم شمع کی گردن پر ہو وہ ایسے عالم میں ہو کہ اسے پر پرکھنا نہ ہو سکے۔

کیا میں امید کروں کہ جو حضرات ترک سکونت کر چکے ہوں وہ جلد امداد پناہ اور نام خوشحالی تحریر فرما کر امداد کو مطلع کریں تاکہ جتنے پرچے مومنین کو نہ ملے ہوں وہ مدد نہ کئے جائیں۔ ناظرین الواعظ بخوبی واقف ہیں کہ یہ رسالہ صرف تبلیغی نقطہ نگاہ سے شائع ہوتا ہے اس نازک امداد پر آشوب وقت میں جبکہ خریداری کی کمی ہے ہمارا ہاتھ بٹائیں اور دیگر حضرات مومنین کی طرح جاریہ جلد یا خریدار مرحمت فرما کر ادارہ کی امداد فرمائیں اگر ناظرین رسالہ الواعظ نے ہماری تحیف آواز پر لبیک کہی تو ہمارا ارادہ ہے کہ مستقبل قریب میں ہم رسالہ کو تبدیل کر کے قوم کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بناسکیں آپ دیکھئے اور جلد کوشش کیجئے کہ مدرسہ الواعظین کا یہ اگر گن بھرا پی گوناگوں ترقیوں کے ساتھ قومی خدمات میں مندرج ہے

راعف ہلوری

مفتی الواعظ

السَّالَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ اَجْمَعِيْنَ

نہیں

تھے کہ حسینؑ

ہمارے اصدا

کا الزام لگا۔

یہ قتل حسینؑ کا

ای قتل حسینؑ کا الزام

پیرا کہ اس اعدا کی تقیہ

حق کے داغ ہیں جو

مگر کا پاک خور

از قلم آغا محمد علی مدیر الواعظ

فن شہداء

امام کی جہاد اور اس کے آخری خدمات کا انجام دنیا معصوم ہاتھ سے صحیح ہو سکتا ہے اس مطلب پر جو عمومی و خصوصی اذکار و ذرائع ہیں وہ اسلام میں مسئلہ حقیقت ہیں اور کسی نے اس سے انکار نہیں کیا ہے مجلسی علیہ الرحمہ نے جلد ہفتم میں اس موضوع پر پہلا باب سپرد قلم کیا ہے وہ اس بحث میں تحریر کرتے ہیں :-

(۱) قب ابو بصیر قال الصادق علیہ السلام فیما وصاق بہ ابی علیہ السلام ان قال یا بنی اذا انا مت فلا یغسلنی احد غیرک فان الامام لا یغسلہ الا الامام (بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۲۳۱ مطبوعہ ایران سنہ ۱۳۳۵ھ)

مناقب میں ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ میرے والد ماجد نے اپنی وصیتوں میں یہ وصیت کی کہ جب میں دنیا چھوڑ دوں تو تم اسے سو اٹھ کوئی غسل نہ دے اس لئے کہ امام کو امام غسل دینا ہے۔

(۲) کاالحین بن محمد عن معلى عن محمد بن جهمود عن ابی معمر قال سألت الوضائی عن الامام یونس الا امام المراد انه لما غسل موسی العصور لا یغسل الامام الا المعصوم معر انہ یحتمل ان یکون حضر یو شع یغسلہ وقیل المراد غسل موسی بضمیم .. (بحار الانوار جلد ۲۲ ص ۲۳۱)

ابی معمر نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ امام کو امام ہی غسل دینا ہے فرمایا یہ موسیٰ مست ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس حدیث پر جو تبصرہ کیا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ ظاہر اخبار یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کو فرشتوں نے غسل دیا تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وفات موسیٰ کے وقت فرشتے حاضر تھے انہوں نے غسل دیا یا یہ مراد ہے کہ بطرح موسیٰ نے حضرت شعیب بنی کو غسل دیا اسی طرح معصوم کے جنازہ میں معصوم ہی غسل دے کفن کر سکتا ہے۔

حدیث شریفہ کا حل ہمارے مفسرین نے حضرت موسیٰ کو ملا کہ غسل دیں یا یوشع یا حدیث میں حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے شعیب کے غسل کا تذکرہ ہو تو ہر حال یہ ثابت ہے کہ غیر معصوم کا ہاتھ معصوم کی میت میں نہیں لگاؤ غسل کا حق صرف معصوم کو ہے۔ (خبر المراد)

۲ قال سید موسیٰ بن محمد بن محمد بن جهمود عن ابی معمر قال سألت الوضائی عن الامام یونس الا امام المراد انه لما غسل موسی العصور لا یغسل الامام الا المعصوم معر انہ یحتمل ان یکون حضر یو شع یغسلہ وقیل المراد غسل موسی بضمیم ..

(۳) محمد بن عیسیٰ عن الباقی عن عبد الرحمن بن سالم عن الفضل بن
ابن عبد الله علیہ السلام قال قلت له من غسله فاطمة قال والله امیر المؤمنین
نکاحی استعظمتم فذلك من قوله فقال كانك ضقت بها الخبرتك به قال فقه
قد كانت ذالک جعلت فذالک قال فقال لا تضیق فانها صدیقة له
بکن فیسألها الا صدیق اما علمت ان مریضاً لم یغسلها الا علی

(کار جلد ۱ ص ۱۱۲ باب ایران)

مفضل راوی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ فاطمہ زہرا کو کس نے غسل دیا تھا
فرمایا مستمجد امیر المؤمنین نے مفضل کہنے ہیں کہ یہ بات مجھے کچھ عظیم نظر آئی آپ نے فرمایا تم میری باتوں سے تنگدل
ہو میں نے عرض کیا کہ میں ذرا ہوں آپ پر ایسا ہی سے فرمایا تنگدل نہ ہو وہ معتزلہ صدیقہ تھیں اور ان کو صبرا
ہی غسل دے سکتا تھا تمہیں نہیں معلوم کہ حضرت مریم کو جناب عیسیٰ نے غسل دیا تھا۔
ان روایات سے معلوم ہو کہ معصوم کو غسل معصوم ہی دے سکتا ہے اگر کہا جائے کہ اس مقصد سے مسئلہ کہ
کوئی نقل نہیں ہو کر بحث یہ امر ہے کہ دفن میں بھی امام کی شرکت لازم ہے یا نہیں قوم کہیں گے کہ یہ مرقوم بالا نظر
کی فرع ہے جب غسل دیا امام کے لئے ضروری ہے تو دفن میں جبراً ادلی شامل ہے مجلسی علیہ الرحمہ اس موضوع کے
احادیث کو یکجا کرنے سے قبل سرنامہ سخن میں فراتے ہیں۔

سیاق فی اخبار شہادۃ موسیٰ بن جعفر ان الوضاء حضرت جعفر
امام کو امام دفن کرتے ہیں
و غسلہ و کفنه و دفنه منقریب امام مہتمم کی شہادت کے واقعات پر
آئے گا کہ امام رضا درمید سے بغداد پہنچے اور اپنے بابا کو غسل دیا کہن پناہ دفن کیا۔

ابن خیر آشوب علیہ الرحمہ نے دفن حضرت امیر المؤمنین کے حالات میں لکھا ہے :-

کذالک یفعل بالاصحاب بعد الا نبعیاء حتی لو ان نذیقات فی الشرف و وصیہ
فی المغرب الحق لله الاوصی بالذی (مناقب ابن شہر آشوب)

اصحاب کی خدمت انبیاء کے بعد رہی ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر نبی مشرقی میں فداں پائے اور نبی مغربی
میں ہو تو خدا وہی کو نبی سے ملحق کرتا ہے۔

کار جلد ۲ ص ۱۱۲ میں بھی یہ عبارت موجود ہے اور اس کا مقصد بھی وہی ہے جو علامہ علی
سماذانی نے اس مقام کے تصریحات یہ ہیں کہ جناب عائشہ ابی صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت امیر المؤمنین
علیہ السلام سے فرمایا یا علی یا انت الذی تہدین فی حضرت زید و زینہ دین (کار جلد ۲ ص ۱۱۲)

اس علی تم وہ ہو کہ مجھے قبر میں سپرد خاک کر دے گا اور میرے قرضوں کو ادا کر دے گا اس پیشین گوئی کو ولایت امیر المومنین کے ہند لال میں مجلسی علیہ الرحمہ نے درج کیا ہے اور یہی وصیت خود حضرت امیر نے امام حسن مہدیین سے فرمائی، مجلسی علیہ الرحمہ کا بیان ہے۔

ادعی بہ ابنیہ الحسن والحسین علیہما السلام اذا قال لهما اذا مت فغسلانی وحنطانی واحملانی باللیلہ سرّاً وادفنائنی فی القبر الذی یوضع السری علیہ (بحار الانوار) امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے دونوں فرزندوں حسینؑ کو وصیت کی اور کہا کہ جب میں مرجاؤں تو تم دونوں مجھ کو غسل دینا اور حنوط کرنا اور شب کو پوشیدہ طور سے میری میت اٹھانا اور جہاں تابوت رک جائے وہیں مجھے تم دونوں دفن کرنا۔

اس قبر کے کھودنے والے بھی معلوم تھے چنانچہ جناب ام کلثوم علیہا السلام کا بیان ہے کہ جب زمین کھودی تو قبر تیار ملی اور ایک لوح برآمد ہوئی جس پر سریانی زبان میں لکھا ہوا تھا۔
ہذا قبر قبر نوح النبی علیہ السلام لعلی وصی محمد قبل الطوفان سبعاً مائۃ عام اساقب آل ابطالب بحار الانوار جلد نہم و مرآة العقول شرح کافی،

یہ وہ کہ ہے جب کو نوح نبیؑ نے (بینہم آخر الزمان) محمد (صلعم) کے وصی علی کے لئے طوفان سے سات سو برس پہلے تیار کیا یہ معلوم ہو کہ دفن میں شیخ المرسلین حضرت نوح کا برگزیدہ ہاتھ شامل تھا۔
د میری نے حینۃ النجوان میں امام حسن کے حالات میں لکھا ہے :-

امام حسن کا دفن

وکان قد اوصی لایحہ الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقال اذا ماتا منہ فادفنی مع جوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان وجدت الی ذالک سیبلا وان ینذوک فادفنی ببقیع الغرقد (حیۃ النجوان د میری ص ۴۱)

انھوں نے اپنے بھائی حسینؑ سے وصیت کی تھی اور کہا تھا کہ جب میں سفر آخرت کر جاؤں تو مجھ کو میرے نانا رسول خدا صلعم کے پہلو میں دفن کرنا بشرطیکہ تم کو موقع ہاتھ آئے اور اگر تم روکے جاؤ تو پھر مجھے بقیع میں سپرد خاک کرنا۔

اسی سلسلہ کی ایک مستحکم کڑی یہ بھی ہے کہ سلمان فارسی جبکہ بارے میں سید ابن سلمان فارسی کا دفن مانوس کی رائے ہے کہ وہ آخر اوصیائے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ سے تھے اور پلماط عصمت انکو معصوم ہی دفن کر سکتا تھا چنانچہ سلمان کے آخری خدمات حضرت امیر المومنین نے مدائن جا کر لے صحیح الدعوات ص ۶۴ چاپ ممبئی ۱۳۹۹ھ

انجام دیے سلمان فارسی کو اپنے اس فضل و شرف کا علم تھا تاں نہ اذان قلم ادرک سلمان الوفاة فقلت له
من المغسل لك قال من غسل رسول الله فقلت انما من اللذان وهو بالمدینة
فقال بائراذان اذ الشدت لحیتی لسمع الرجل فلما شدت لحیه سمعت الوجبه
وادسرت الباب فاذا انا بامير المؤمنين لثاخذنی تجهیزه ۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد دوم صفحہ ۴۲۹ باب فی سوانہ فی نفسہ طبع ایران ۱۳۱۶ھ)
(مضامین مضمون) رازان کا بیان ہے کہ جب سلمان کا رقت آخر قریب ہو تو میں نے پوچھا کہ آپ کو غسل کون
دیگا فرمایا جس نے رسول کو غسل دیا میں نے کہا کہ آپ مدائن میں ہیں اور وہ مدینہ میں کہا لے زانان جب تم
تحت الحنک باندھے لگو گے تو اس کی آہٹ پاؤ گے زید ہو کہ جب میں سر باندھ رہا تھا تو حضرت علی رضی
علیہ السلام کی آہٹ پائی اور دروازہ پر پہنچا تو وہ حضرت کھڑے ہوئے تھے اور آپ ہی نے خیمہ شکفین کی ۔
جب یہ ثابت ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو علی رضی اللہ عنہ نے اور حضرت امیر المؤمنین کو امام حسن نے اور
امام حسن کو امام حسین نے دفن کیا تو کوئی وجہ نہیں کہ امام حسین کو دفن کرنے میں امام زین العابدین کا ہاتھ نہ ہو،
کافی کتاب الحجۃ، زاد المعاد، حلا الریون، رجال کشی، مجالس معجم، تاریخ التواریخ جلاء مولفہ عبد اللہ
بن رضا حسینی سید مائیم جبرینی علیہم الرحمہ نے تصریح کی ہے کہ امام زین العابدین باعجاز قید شام سے آئے
اور لاشوں کو دفن کیا ۔

علم الارض پر تھرہ کرنے والے جانتے ہیں کہ کربلا کے گرد و نواح میں آباد رہنے والے کس اہل اسلام
فائدہ تھے ان میں اگر یہودیوں کی بستی ہوتی تو کسی جزافہ میں تصریح ہوتی قاموس الاکنہ و البقاع
اور خزینۃ النجاشی ابن دروسی وغیرہ عربی جزافہ کی کتابیں معترض کا ساتھ نہیں دیتیں اور صراحت
نہیں ملتی کہ کربلا میں یہودی آباد تھے ۔

امام کے دفن میں بنی اسد شریک تھے یہ تاریخی حقیقت ہے جس کو ابو جہرید طبری ابن اثیر حذری
اور مسعودی ایسے بلند پایہ سنی مورخین نے بھی تسلیم کیا ہے ۔

(۱) ابو الحسن علی بن حسین بن علی مسعودی المتوفی ۳۴۶ھ رقمطراز ہے ودفن اہل عامریہ
وہم قوہ من بنی اسد الحسنین واصحابہ بعد قتلہم امروہ الذہب صفحہ ۱۲۲ بحاشیہ
تاریخ کامل جلد ششم چاپ مصر

امام حسین اور اہل کے اصحاب کو اہل عامریہ نے جو بنی عامر کی اولاد میں بنی اسد تھے دفن کیا
(۲) ابن اثیر حذری نے اپنے نظر کو اپنے الفاظ میں یوں نقل کیا ہے ۔

ودفن الحسين واصحابه اهل القاضيه من بني اسد بعد قتلهم يوم
(تاریخ الکامل ص ۱۲۱)

حسین واصحاب حسین کو قاضیہ کے رہنے والوں نے بنی اسد سے دفن کیا۔

علماء شیعہ میں ابن شہر آشوب، محمد بن طرخمچی، شیخ مفید علیہ الرحمۃ المتوفی ۴۱۳ھ، مجلس علیہ الرحمۃ صاحب حوالہ کرمجالیس مفید وغیرہ کا یہ علماء شیعہ اور دیگر علماء اسلام میں عصر حاضر کے مفکر علی حلال مؤلف "الحسین" نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا ہے کہ بنی اسد نے دفن میں حصہ یا نیزہ کی فوج میں جو عسکر شہداء کو بلا کے ہاتھ سے قتل ہونے سے بچے رہا تھا اس کا ان مقدس نفوس سے جنگ اور شہداء کو بے دفن چھوڑ کر چلے جانا جہاں ان کے جثت نفس اور زیور ایمان سے معراج ہونے کا ثبوت ہے وہاں اہل قریہ کا دفن شہداء کی سعادت حاصل کرنے والوں کا یہ نیک اقدام ان کے ایمان پر فیس ہے۔

بنی اسد کا مذہب مسلم بن عوسجہ انس بن حارث ایسے مشہور شہداء اگر بلا اسی قبیلہ کے محترم ذیات ہیں بنی اسد سے سات شخص معرکہ اگر بلا میں کام آئے، بنی اسد ہی جماعت ہے جسکو انصار دین میں شامل کرنے کیلئے شب عاشور حبیب ابن مظاہر نے امام حسین سے اذن حاصل کیا تھا مظلومیت کے بے پناہ اثر سے اس قبیلہ میں آج تک وہ ہمدردی و شفقت باقی ہے جس کا ان کے اسلاف سے مظاہرہ ہوا تھا اور حرم اقدس میں عاشورہ اور حسین کے دن بنی اسد کا ماحمی و سرخس جوش و ولولہ سے سینہ زنی کرتا ہے وہ عمل ثبوت ہے ان کے ایمان کا کوئی جھوٹ اک محمد اسیر ہو کر ہونچے اور ابن مرجانہ نے اپنے خطبہ میں جناب میر المومنین اور فرزند رسول کی شان میں ناسزا دار الفاظ استعمال کئے اور عبداللہ بن عقیف زنا بیا، صحابی حضرت علی مرتضیٰ نے دنیاں شکن جواب دیا اور دشمن نے پاپا کہ اس حق گوئی کے جرم میں عبداللہ بن عقیف کو قتل کر دیا جائے تو بچ نہ کہ ان کا تعلق بھی قبیلہ بنی اسد سے تھا وہ کو ذمہ اس گروہ کے جو لوگ باوجود غم و غم نے جوش شجاعت میں حیرہ دستی کا جواب دیا وہ اسحق بن عمار بھی کا بیان ہے :-

قال امض وایتنی براس ابن عقیف الا سدی فلما بلغ ذالک الاسد یوت اجتمعوا لیمنعهم من صاحبهم فبلغ ذالک ابن نہ یاد فجمع قباہل مفرد ضم الی محمد بن الاشعث وامرک ان یقاتل القوم فضی وقاتلهم قتلاً لا شداً یلک ما نحن م الا سدیون
ر نور العین فی مقتل الحسین ص ۱۲۱ درتہ الواعظین کتبی

محمد امین رشید کے ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قبیلہ کے بعض افراد مائل اسرار الہیت تھے

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ حالات حضرت امیر المومنین علیہ السلام میں لکھتے ہیں:-

خرج بعض الخلفاء يتصيد في ناحية الغربين والقنوية وارسل الكلاب فحلبوا الظباء الى الكوفة ورجعت الكلاب ثملت الظباء هبطت فيها وصفت الكلاب مثل الكلال فسأل يتخامن بنی اسد فقال ان فيها قتيلى بن ابي طالب جعله الله محرماً كلاباً الى ان شئ الكلاب امن (مناقب آل ابي طالب ۲۷ مطبوعه لمبئی ص ۲۱۹)

بعض بادشاہ حدود و بخت میں شکار کے لئے آئے اور کتے ہرن پر چھوڑے ہرن نے ایک مقام پر پہونچ کر پناہ لی اور شکاری ساگ ایس آئے دوسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا اور ہرن تک کتے نہ پہونچ سکے اس وقت ایک بوڑھے سے جو قبیلہ بنی اسد کا رہنے والا تھا سبب پوچھا اس مرد پیر نے کہا کہ یہاں قبر امیر المومنین علیہ السلام ہے جس کو خدا نے حرم قرار دیا ہے جو یہاں پناہ لے گا خدا اس کو مان دیگا۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ عام لگا ہوں سے قبر امیر المومنین پونشیدہ تھی مگر بنی اسد ایسے رازدار تھے کہ ان کو اس امر مخفی کا علم تھا اور وہ اس خصوصی علم کے مادی تھے۔

آئندہ کے ایک عنوان سے معلوم ہوگا کہ معصوم نے ان کے ایمان پر یض کی ہے اور دفن کی خدمت انجام دینے کے ذکر سے میں اس شبہہ کو محسوس کیا ہے کہ مبادا ان پر نصرت حائل نہ کرنے کا الزام عائد ہوا اور حدائے ہستغاثہ کان میں پہونچنے پر امت سے ترک تعاون ان کو دائرہ مذہب سے خارج کر دے اس چیز کو زیر نظر رکھ کر فرمایا ہے کہ وہ ہر گز خون میں شریکت تھے قول فعل نیت ہر حیثیت سے بے تعلق تھے۔

شہیدان را حق کے دفن کا باطنی سامان اور عالم روحانیات کی کافرمانی

روایت ام امین جو جناب نبی سلام اللہ علیہا کے لغویات کا غیر فانی شاہکار ہے اس حقیقت افزہ کلام میں ہے جسکو مقتل عوام تا نسخ التواریخ بحار میں نقل کیا ہے ہم فاضل اجل و انجم آقا سید عباس بن محمد رضا القمی طاب غراہ کے مقتل سے نقل کرتے ہیں۔

قطر المذبح وجل قبض روحها بید لا و هبط الارض ملائكة من السماء السابعة معهم انية من ايا قوم الزمر و ملو من ماء الحيات وحلل من حلال الجنة و طيب من طيب الجنة فغسلوا اجنتهم من ذلك الماء ولبسوها الحلل وخطوها بذلك الطيب و صلت الملائكة صفاً صفاً عليهم ثم سبغت الله قوماً من امتك لا يحرقهم الكفار بل يمشون كوا في تلك الدماء يقولون ولا تفعل ولا تفتي في وارون

اجسامہم وبقیمون سمنالقبسید الشہداء علیہ السلام بتلك البطحا یکون علما
 کلاهل الحق وسبباً للوعین الی القدر (نقل المہموم فی مقتل المظلوم باب نجف اشرف مشہد)
 خداوند عالم نے اپنے یہ قدرت سے شہداء کو بلا کی روحیں قبض فرمائیں اور آسمان ہفتم کے فرشتے زمین پر پھول تیرا
 کران کے ہاتھوں میں یا قوت و زمرہ کے طرف پر از آب حیات تھے اور بہشت کے خلعت اور حبت کی خوشبو ساتھ
 تھی ان معصوم ہاتھوں نے ان پاکیزہ جسموں کو اس پانی سے نہلایا اور حلقہ پہنائے اور خوشاکیا اور فرشتوں نے
 گریوہ درگروہ ان پر نماز پڑھی پھر خدا نے ایک قوم کو آپ کی امت سے بھیجا جو ان کے خون میں شریک نہ تھے بات چیت
 سے نہ ہاتھ پاؤں سے نہ دل کے ارادہ سے انھوں نے جسموں کو نہ خاک کیا الخ
 یہ وہی عبارت ہے جسکے پیش کرنے کا ہم نے وعدہ کیا تھا اور اس میں بنی الہی امام حسینؑ کو سید الشہداء بھی
 کہا گیا ہے بظاہر البیہا معلوم ہوتا ہے کہ اس منظر پر بھی امام حسینؑ کے تعارف کے لئے عام نگاہیں پڑیں اور لاعلم انسان
 فرشتوں کو جن سمجھے قتل ابواسحاق اسفرائینی کا واقعہ بگاڑ لکھتا ہے۔

وتوکو القتل مطر وحین ہارض کو بلا متولیٰ د فنهہ قوم من الجہی فصلوا علی تلک
 الجنث الطاهر المملہ بالدماء د فنهہ ہلی ماہو علیہ (نور العین عربی)
 پس بعد کی فوج نے لاشہائے شہداء کو ارض کر بلا پر اتار دیا اور ان کی تدفین قوم جن کے ہاتھوں
 ہوئی انھوں نے ان پاکیزہ جسموں پر جو آغشتہ کنون تھے نماز پڑھی اور دفن کیا اور احباب انبیا اور مدعا منین کو جن سمجھا تجزیہ
 گذشتہ نظریہ کا ایک ثبوت یہ بھی ہے جسکو فخر الدین بن طرح نجفی نے
 مظلوم کو بلا کو رسولؐ نے دفن کیا تحریر فرمایا ہے:-

رہی عن ابن عباس قال کنت قائماً فی منزلی بالمدینۃ قایلاً الظهر فرأیت
 رسول اللہ وهو مقبل من نحو کو بلا وهو اشعث غلبہ والقراب علی شیعۃ وهو باکی لعیلہ
 حزن القلب ومعه قارورتان مملوتان دماً فقلت لہ یا رسول اللہ ما ہذا
 القارورتان المملوتان دماً فقال ہذا فیہا من دم الحسین و ہذا الاخری من دم
 اہلبیتہ واصحابہ وانی الآن رجعت من دفن ولدی الحسین و ہو مع ذالک
 لا یضیق من البکاء والتعب قال ابن عباس فاستیقظت من نومی فرأیت عروبا
 حزینا علی الحسین ولما علم مقتلہ فنبیت الہم والغم اربعۃ وعشرین یوماً حتی جالہ
 الناعی المدینۃ مقتل الحسین فحسبت من یوم الرؤیا انی ذالک الیوم ناذہو یوم قتل
 الحسین فی تلک الساعۃ کان مقتلہ تنجب من ذالک وتزاید بہ حزنی -

دفتخ فی المراتی داخطب مطبوعہ ممبئی ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۰ء)

ابن عباس سے روایت ہے کہ میں اپنے گھر میں سو رہا تھا، منظر کا وقت تھا کہ میں نے دیکھا پیغمبر خدا کریم ﷺ سے سر پہنچ کر درپیش پر خاک پڑی ہوئی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دل میں (ایک عظیم) رنج اور ساتھ ساتھ لگنے کے دو شیشے خون سے بھرے ہوئے، میں نے کہا کہ یہ خون کے بھرے ہوئے شیشے کیسے ہیں فرمایا اس ایک شیشے میں حسین کا خون اور دوسرے میں ان کے اصحاب اور اہلبیت کا خون ہے اور میں ابھی دفن حسین سے فارغ ہو کر گلیٹ رہا ہوں یہ فراتے ہوئے پیغمبر روتے تھے اور نالہ کناس تھے، ابن عباس کہتے ہیں کہ میں خواب دیکھ کر بیدار ہوا اور گریہ دیکھا حسین پر شریع کی تجھے خبر نہ تھی کہ وہ قتل ہو گئے میرا غم دالم باقی رہا اور ۲۴ دن کے بعد جو مدینہ میں قتل حسین کی خبر آئی تو میں نے شمار کیا اور معلوم ہوا کہ اسی وقت امام حسین نے شہادت پائی مجھے اس خواب سے تعجب ہوا اور میرا حزن برپا ہوا۔

قرآنی استدلال
یہودیوں کا شہد اکبر بلا کے پاکیزہ ترین اجسام کو دفن کرنا وہ باطل نواز نظریہ ہے جس سے قرآن مجید بھی انکار نفرت کرتا ہے جبکہ آیہ تطہیر محمد آل محمد کی طہارت پر قطعی فیصلہ کر چکی ہے تو ان نفوس قدسیہ کو یہودیوں کا ہاتھ لگانا کیونکہ ممکن تھا کسی غیر مسلم ہاتھ سے خون آلودہ مجروح جسم کا مس ہونا یقیناً اس میت کو نجس کر دے گا اور معاذ اللہ آیہ تطہیر کی گواہی غلط ہو جائے گی لہذا اگر رسول کی نسبت کوئی مسلم تو اس گندگ پھیلائے کو پسند نہ کرے گا کہ ان کو مسلمانوں کی سببی میں غیر دفن کریں اگرچہ حدیث اللہ کا مفاد، شیعوں کے تصریحات، مقاتل کی عبارتیں نہ بھی سامنے آئیں تو اس قسم کے تمام مواد کی رو میں لینا عجب عنکمر الوحش اہل البدیت کی فوید ایمان افروز کافی ہے اور کئی اماموں کا انصار امام کی زیارت میں طہتم و طابیت اکلارضی الثی فیصا د خدمت کما ان کی جہانی طہارت پر ایک نص صریح ہے چونکہ شارع نے قرآنی اذان انعام المشرکون نجس کی خلاف ورزی نہیں کی لہذا کوئی حق نہ تھا معصوم کو کہ وہ یہودیوں کی مس کردہ لاشوں کو پاک کہیں اور جب پاک کہا تو یہ شبہ بھی باقی نہیں رہا کہ کوئی نجس ہا تھا ان کے جسم شریف تک پہنچے لہذا طہارت جبر میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ آیہ تطہیر نے ابدالابا و تک ان کی طہارت بر نفس کی ہے اور وہ طہتم کا خطاب خود پاکیزگی کا ذمہ دار ہے۔

(۲) محقق طریخی نے علم حدیث کے مسلم البیوت سنت میں اقرار کیا ہے کہ جناب سید الشہداء نے (۱۲ مرحوم کو) زمین پر ہاتھ ہزار درہم کو بی اسد سے خریدی اور بیع تمام ہونے پر اس الماک کو پھر بنی اسد ہی کو ہبہ کر دیا گیا تھا لہذا یرودہ احسان عظیم ہے جو حسین سیاست کا ایک نمایاں پہلو ہے اور اگر وہ غیر مسلم ہوتے تو اتنی بڑی آراضی کا انھیں ہبہ کر دینا کوئی خاص تعاون نہ تھا آراضی بھی ہبہ کی اور زائرین کی آمد کے سلسلہ میں وصیت بھی کی کہ

یہودیوں کا شہد اکبر بلا کے پاکیزہ ترین اجسام کو دفن کرنا وہ باطل نواز نظریہ ہے جس سے قرآن مجید بھی انکار نفرت کرتا ہے جبکہ آیہ تطہیر محمد آل محمد کی طہارت پر قطعی فیصلہ کر چکی ہے تو ان نفوس قدسیہ کو یہودیوں کا ہاتھ لگانا کیونکہ ممکن تھا کسی غیر مسلم ہاتھ سے خون آلودہ مجروح جسم کا مس ہونا یقیناً اس میت کو نجس کر دے گا اور معاذ اللہ آیہ تطہیر کی گواہی غلط ہو جائے گی لہذا اگر رسول کی نسبت کوئی مسلم تو اس گندگ پھیلائے کو پسند نہ کرے گا کہ ان کو مسلمانوں کی سببی میں غیر دفن کریں اگرچہ حدیث اللہ کا مفاد، شیعوں کے تصریحات، مقاتل کی عبارتیں نہ بھی سامنے آئیں تو اس قسم کے تمام مواد کی رو میں لینا عجب عنکمر الوحش اہل البدیت کی فوید ایمان افروز کافی ہے اور کئی اماموں کا انصار امام کی زیارت میں طہتم و طابیت اکلارضی الثی فیصا د خدمت کما ان کی جہانی طہارت پر ایک نص صریح ہے چونکہ شارع نے قرآنی اذان انعام المشرکون نجس کی خلاف ورزی نہیں کی لہذا کوئی حق نہ تھا معصوم کو کہ وہ یہودیوں کی مس کردہ لاشوں کو پاک کہیں اور جب پاک کہا تو یہ شبہ بھی باقی نہیں رہا کہ کوئی نجس ہا تھا ان کے جسم شریف تک پہنچے لہذا طہارت جبر میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ آیہ تطہیر نے ابدالابا و تک ان کی طہارت بر نفس کی ہے اور وہ طہتم کا خطاب خود پاکیزگی کا ذمہ دار ہے۔

ان یسند والی قبریہ دینیہ قوا غلاۃ ایام (مجمع البحرین و مطلع النیرین)

ہمارے زائرین کو نشان قبر بتانا قدرتین دن اپنا مکان کرنا یہ دلیل صریح ہے بنی اسد کے اسلام پر اگر وہ یہودی ہوتے تو زائرین کے ان کے یہاں مکان ہونے کی حقیقت صحیح نہ تھی اسلئے کہ غیر مسلم کے یہاں مکان ہونا اور اسل و شرب با جماع شعی آئین کے خلاف ہے۔

انبار پیام اسلام اور اسکی حمایت میں جو لڑ پڑ لکھنؤ میں شائع ہو رہا ہے
کامل بہائی کی چشم دید عبارت اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ العیاذ باللہ یہودیوں نے شہداء کو کربلا کو دفن کیا
اور بار بار علامہ طبرسی کا نام لیا جاتا ہے حالانکہ حقیقت امر یہ نہیں ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

و چون عمر سعد رحلت کرد از کربلا قومی از بنی اسد کوچ کردہ می رفتند بکربلا رسیدند و آن حالت دیدند
امام حسین را تنہا دفن کردند و علی بن الحسین با پائین پائے او نماز وند و عباس ملا بر کفاندہ فرات آنجا کہ
شہید کردہ بود و دفن کردند و باقی را قبر سے کندہ و حملہ شہداء را در آن قبر نماز وند و حرمین یزید را اقرباے
اور در جائے کہ شہید کردند دفن کردند و در قبر جائے شہدائے معین نیست کہ ہر یک کد ام است الا
اکملہ لاشک حائر محیط است جملہ از جانب پائین حسین علیہ السلام الا اکملہ علی بن الحسین الا صغر نزدیک

تراست پائین حسین علیہ السلام و بنو اسد بر قبائل عرب نماز آوردند کہ نماز حسین کریم کو دفن امام
اصحاب او کریم گفتہ اند کہ چون خیر فتح شاد رسول را جمعی یہودیان بگریختند بعراق آمدند و نزدیک

کربلا منزل ساختند و بزرگ ایشان ملا براسیم و دلیل نام داشتند چون لشکر ذکر بلا برفت ایشان
برہام خانہ می نشستند نظر ایشان بکربلا افتاد نور سے دیدند کہ از ابدان امام و شہداء برمی آید تا آب آسمان

و عایا را جمع کردند و در روز دہم گفتند اس قوم قوم بزرگ اند و عند اللہ کہ ہمہ شب نور نازل می شد
و بر سر ایشان بیامید تا ایشان را دفن کنیم پرفتند و ایشان را دفن کردند و کامل بہائی باب منطق
کربلا سے جب عمر سعد نے کوچ کیا تو بنی اسد کے ایک گروہ نے وہاں پہونچ کر شہیدوں کو (بے گور و گفن)

دیکھا اور (حضرت) امام حسین علیہ السلام کو تنہا دفن کیا اور علی بن الحسین کو ان کے پائین پاسپر و
خاک کیا اور عباس کو فرات کے کنارے جہاں کہ ان کو شہید کیا تھا اور باقی شہیدوں کو ایک جگہ
دفن کیا اور حرمین یزید کو اسکے قریب راہوں نے جس جگہ کہ مقتول پایا وہیں دفن کر دیا ان شہیدین
کی قبریں معین نہیں ہیں کہ کون کہاں ہے گریو دنا قابل انکار ہے کہ (عمارت) حائر سب کو گھر ہے

ہوئے ہے اور یہ دفن پائین با واقع ہے صرف حضرت علی اکبر سب سے زیادہ قریب ہیں بنو اسد
عربک قبیلوں پر فقر کرتے تھے کہ ہم نے امام حسین پر نماز پڑھی اور امام اور ان کے اصحاب کو دفن کیا۔

کہا گیا ہے کہ جب خبر فتح ہوا تو خبر کے پیروی قرار کر کے ملک عراق آئے اور کربلا کے قریب ٹہرے ہوئے تھے ان کے مورث اعلیٰ کے نام ابراہیم اور رومیل تھے جب فوج شام چلی گئی تو وہ یہودی کوٹھول پر سرور ہے تھے نظر انکی زمین کربلا پر پڑی اور ایک نور دیکھا جو امام دینمیدوں کی لاشوں سے آسمان تک ساحل تھا دوسرے دن انھوں نے بنی اسد کو جمع کیا اور کہا یہ خدا کے نزدیک بزرگان قوم ہیں ساری رات ان کے جسموں سے متق نور بلند رہتا ہے چلو اور ان کے بالین پر یہو چکر اٹھیں دفن کرو دینی اسد آئے اور ان کو دفن کیا۔

اس عبارت میں صدر کلام میں مؤلف نے دہی بیان دفن شہداء پر یہود قلم کیا ہے جو تمام مقاتل آج تک لکھتے چلے آئے ہیں کہ بنی اسد نے یہ لاشیں دفن کیں اور وہ فوج بھی کرتے تھے کہ تم کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہم نمازیں شریک تھے اس ذمہ والا نہ بیان کے بعد مؤلف نے آخر میں وہ بیان بھی دیا ہے جس سے پیام اسلام فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اس بیان کا سرنامہ ”گفتہ امر“ ہے اس محل پر عرب اہل قلم و رقیل ”کی لفظ استعمال کر کے اپنی برات کا ثبوت دیتے ہیں نفس المحرم کے باخبر مؤلف نے اس مقام پر کان حزم و جلیا سے کام لیا ہے اور آخری حصہ کو اپنے عربی مقتل میں غیر معتبر سمجھ کر درج نہیں کیا۔

پھر بھی اس بیان سے وہ فائدہ اٹھا کر جو پیام اسلام کا مقصد ہے ممکن نہیں ہے کیوں؟ اوپر کے بیان میں جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ دفن شہداء کا سہرا بنی اسد کے سر ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ مؤرخ الذکر عبارت میں رمایا کی لفظ کے معنی بنی اسد اور مقتند کا مصداق دہی ہیں جن کا دفن میں حصہ لینا ثابت ہے لہذا ثابت اس قدر ہے کہ یہودیوں نے بنی اسد کو آمادہ کیا ہے اور دفن میں یہودیوں کا ہاتھ ہرگز نہیں ہے اصل عبارت یہ ہے کہ ”وہ رمایا جمع کر دند“ مینو کی رعیت کو جمع کیا اگر وہ خود دفن کر سکتے اور اپنے تئیں اس خدمت کا اہل سمجھتے تو باشندگان مینو سے رجوع کی کوئی ضرورت نہ تھی ”یہ مقتند دایشاں لا دفن کر دند“ وہی گروہ بنی اسد جن سے دفن کی تحریک کی تھی اپنے گھروں سے چلے اور انھوں نے کربلا والوں کو دفن کیا اگر بنی اسد کے سوا عام لوگوں میں کوئی اور دفن کرتا تو قبائل عرب ہرگز اس غلط امتیاز کو نہ سنتے اور وہ بنی اسد کو ٹوک دیتے کہ تم نے نہیں یہودیوں نے یہ عورت حاصل کی ہے۔

کان پھائی کی عبارت سے جوئی بات معلوم ہوئی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ دفن کی تحریک میں غیر مسلم ذوات شریک تھے لیکن اس تحریر کے امتداد و خود مؤلف کی نظر میں ثابت نہ تھا نہ وہ کسی کتاب کا حوالہ

دیتے مادی کا نام بتاتے۔
کان پھائی کی حقیقت پیام اسلام نے دو کتاب کے قمارت میں کوئی حصہ نہیں لیا جو مغلط شائع ہو چکی

وہ قوم کے سامنے مولف کی بلند ترین حیثیت دکھاتے ہیں حالانکہ اصلیت اسکے خلاف ہے مولف کا تلمحہ علی بن محمد حسن الطبری ہے اور خاتمہ تحریر میں یہ عبارت درج ہے۔

قد تمت هذه النسخة المسنونة بكامل البهائي في السقيفة في سنة خمس وسبعين وستمائة فالحمد لله رب العالمين۔ یہ کتاب جس کا نام کامل بہائی فی السقیفہ ہے شعلہ دم میں تمام ہوئی
ذیچہ ۱۳۳۲ھ کا مطبوعہ نوزیو مطبع فیض رسالہ ممبئی میں چھپا ہے ہمارے سامنے ہے اسکو طبری علیہ الرحمہ کی تالیف انکمر قوم کو مغالطہ دینا ہے فن رجال کی موجودہ کتابوں میں اس کتاب کا پتہ کہیں نہیں ملتا۔

کیا یہودیوں کی ہنس تھریک کو دیگر مقالت نے بھی دنیا کے سامنے پیش کیا ہے؟

ہوت مناقب ابن شہر آشوب، منتخب طریحی، ارشاد شیخ مفید، بحار الانوار، عصر حاضر کے کتب نمضہ، البصائر العین نفس المہموم وغیرہ میں کہیں اس شاخسانہ کا ذکر نہیں ہے یہ روایت جبکہ پیام اسلام نے پیش کیا ہے دراصل ہے مگر مولف بکورا الغمہ نے کوئی پہلو ایسا آنے نہیں دیا جس سے مفاد مذہب پر ضرب آئے
بکورا الغمہ کی روایت چنانچہ بکورا الغمہ جلد اول اڈیشن سوم مطبوعہ نجاس جدید مجلس صدویا زودہم میں ہے۔
”عمر سعد نے گیارہویں تاریخ تکے کر بلا میں توقف کیا اور اپنے کشمکشان نجس کو غسل و کفن دیا مگر شہداء مارے گئے اسی حالت سے چھوڑ کر روانہ شام ہوئے چونکہ وہ روز شنبہ تھا یہود ان مسیب گھروں سے باہر نکل کر صحرائیں اپنے دین کے موافق عبادت میں مصروف ہوئے دیکھا کہ ایک جانب سق دور بلند ہے دن بھر عبادت میں مصروف رہے کچھ خیال نہوا شب کو جو اپنے کو مٹھوں پر بیٹھے تو خیال کیا کہ وہ نور کر بلا کی طرف ہے خیال کیا کہ اس میں کچھ اسرار خدا ہے صبح کو اٹھا رہہ یہودی تحقیق حال کے لئے روانہ ہوئے جب قریب پہونچے تو دیکھا کہ صحرائوں سے رنگین ہے اور قریب سو آذیوں کے تلواروں سے مکرڑے مکرڑے خاک خون میں غلٹاں پڑے ہیں اور ایک لاش پر جو نشیب میں رو بقلہ ہے پر پر ہوا پر پردوں کا سایہ کئے فریاد کرتے ہیں یہ واقعہ مصیبت افزا دیکھ کر دل بھرائے ہستی میں آگراہل قرہ سے کیفیت دریافت کی اور بنی اسد نے تمام حالات بیان کئے اور ابن زیاد کے خون سے دفن نہ کر سکے یہ افسوس کیا یہودی سنکر خاموش ہوئے اور پھر مسیب میں آگراہل بنی قوم سے سارا واقعہ بیان کیا سب نے آپس میں شور کیا کہ اگرچہ دین محمدی ہمارے دین کے خلاف ہے مگر وہ اپنی قوم کے سردار تھے حمیت عرب بعید ہے کہ ان کی لاش یوں بے گور و کفن پڑی رہے غرض سردیں تاریخ وہ سب کے سب بقصد دفن کر بلا میں آئے اور دفن کرنا چاہتے تھے کہ ایک عورت قبیلہ بنی اسد سے پانی بھرنے فرات پر آئی اس نے جا کر اپنے قبیلہ کو اس حال سے آگاہ کیا اور عورتوں نے سنتے ہی جا دیں اپنے سروں سے اتار کر مردوں پر ڈال دیں اور کہا تم لوگ گھروں میں بیٹھو ہم جاگے امام مظلوم کو دفن کرتے ہیں اس وقت عورتوں کے غم و غمٹ دلائے سے مردوں بنی اسد سلجے ہاتھوں میں لے لے مقل شہداء میں لے

اور یہودیوں کو ملحد کہہ کر قبریں کھودنے میں مصروف ہوئے، لگاہ کو فہ کی طرف سے گرد آٹھی اور ایک سوار خیف و زار
روٹا ٹانگ اور ٹاٹا داتاہ کی فریادیں بجا لگاتا ہے۔ (صفحہ ۵۹ تا ۵۹)

یہ خلاصہ معصوم ہے بجز الغمہ کا جسکو ہم نے بحدت زائد بحد ضرورت درج کیا ہے اسکے بعد مؤلف نے تفصیل
سے بحث کی ہے کہ امام زین العابدین نے ہر شہید کو دفن کیا اور غالباً یہ وہی بیان ہے کامل بھائی کا جس کی تشریح
کی ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ نہ کامل بھائی کا مقصد ہے نہ بجز الغمہ نے اسکو پسند کیا ہے اس عبارت
کے نقل کرنے سے ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مرقوم بالا مقالہ کو ایک دلیل قرار دیں بلکہ ہم اس کو پیش کر کے
اشوس کرتے ہیں کہ ایسی غیر ذمہ دار دانتا میں بھی جب اس قسم کے ہفوات سے پاک ہیں تو پیام اسلام کا بیخون
ہو کر ان کے نشر و اشاعت پر تلار ہنا حد و رعبہ قابل نفرت ہے اور اس جریدہ کو مذہب کا ترجمان سمجھنا صحیح نہیں
ہے امام زین العابدین علیہ السلام کے شریک دفن ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب بنی اسد دفن کے لئے
آئے تو اس وقت شہیدوں کے جموں پر سر نہ تھے ہر شہید کی شناخت کر کے اس کو مناسب مقامات پر دفن کرنا
بجز امام کے کسی دوسرے کا شیوہ نہ تھا امام حسین کے جسد یا ش یا ش کو شہید لاکر سپرد خاک کرنا علی اکبر کو بچان
کر بائیں پاؤں دینا حبیب ابن مظاہر کو تمام انصار سے جدا قبر میں رکھنا حضرت عباس کو نہر کے کنارے لحد بنانا قاسم
بن حسن اور اولاد علی و جعفر و عقیل جلا انصار کو ایک جگہ زمین میں سونپنے یا کسی خصوصی اختیار کے تحت میں
ہو سکتا ہے اور بنی اسد کے دل و داغ میں ہرگز یہ نظم و نسق نہیں آسکتا تھا ماننا بڑا ہے کہ وقت دفن شہید کر بلا
کے گھرانے کا کوئی ایسا نایندہ موجود تھا جو شہیدوں کے جموں پر سر نہ ہونے کے باوجود بھی پہچانتا تھا کہ علی اکبر کا جسد
نازمین کدھر ہے اور عباس کی نعش کہاں ہے اور حبیب ابن مظاہر کو بوجھا ہوا کون ہے اور امام کا بیکر عصمت
کس مقام پر ہے اس باختیار ہستی کا عمل نشانہ قدرت کے بھی موافق تھا اور اگر بلا کی مقدس زمین پر صبح ازل سے تسبیح
فاطمہ کے بکھرے ہوئے موتیوں کی جھجک مقرر تھی اسکو دین میں ودیعت کیا اور اس انتظام کے ساتھ خدمت انجام دی کہ
انہیں نشانات پر جو ملک جن و انس اراج انبیاء و اوصیاء اقیامت تک زائر زیارت کرتے رہیں گے اور یہ
بزم جمیع قیامت تک آراستہ رہے گی۔

سلف سے آجک مذہب الامیہ کے علماء کا مسلک یہی رہا کہ امام کے آخری خدمات
مجتہدین شیعہ کا عقیدہ کا متکمل امام ہی ہوتا ہے اس نظریہ کا علی غیوت یہ ہے کہ سلاطین اور دھرم شاہ
نصیر الدین حیدر بابر و درویش نے جب ۱۱ رمضان کو اپنے دور حکومت میں تابوت اٹھایا تمام اہل شہر اور علماء سلطنت جمع
تھے عین وقت پر شاہ مرحوم نے حضرت سلطان العلماء رضوان ماب کو طلب کیا کہ وہ اس تابوت کی ناز جنازہ
چڑھا دیں اور شیعہ مقل ہو جاوے قبلہ و کعبہ تشریف لائے اور حبیب حکم شاہی ہو تو یہ کلمہ معذرت کی کہ امام کی نماز امام

ہی پڑھاتا ہے بیشک وہ نائب امام تھے اور امام نہ تھے جو اقدام فرماتے بادشاہ کا حکم کس کو مصلحتی سے رد کیا اور حق و صدق کے جادہ سے قدم آگے بڑھنے نہ پائے۔

یہ مختصر علمی مقالہ ہم نے مدیرِ نور کی فرمائش سے سپردِ قلم کیا ہے ورنہ مدیرِ ناچیز کا فرض تبلیغی اسی وقت ادا ہو گیا تھا جب اس نے عشرہ محرم میں اس و بار کے پھیلنے پر منبروں پر تحقیقی جوابات دے کر عزا و اہرانِ اہلِ علم کی تسلی کر دی تھی امید ہے کہ جو چیزیں ہماری قاصرِ نظر سے رہ گئی ہوں گی ان پر مزید تبصرہ ادیبِ باعظم فرمائیں گے۔

پیامِ اسلام گھنٹوں کی طرف سے ۸ دسمبر ۱۳۳۷ء کی اشاعت میں زیرِ بحث روایت کو حاکمۃ تحریر و نتیجہ کلام شاذ و اہلِ اس کا کوئی مؤید نہ ہونے کے اعلان پر اب قلم اٹھانے کی ضرورت نہ تھی مگر

اخبار مذکور کے صفحہ ۳۷ پر جو الفاظ العیاذ باللہ امامِ چہارم کی علمی نقص کا ثبوت دیتے ہیں اور جس سے امامِ زین العابدین کی سخت ترین توہین ہوتی ہے اسکو دیکھ کر الواعظانے قلم اٹھایا ہے اور مرتبہ بالا تحریر سے یہ ثابت ہے کہ حضرت سیدِ سجاد علیہ السلام نے ہی اپنے بابا کو دفن کیا اور شہداء اگر ہلاکی نعلینوں کا جی اس کے قنادوں سے دفن ہو جانا ان کے علم میں تھا اور وہ اس حقیقت سے واقف تھے کہ میرزا رسول میں اہلِ محرم کے بوجھنے کے وقت جو تھے امام کے بارے میں پیامِ اسلام کی یہ بطلانی وہ ظاہر ہے کہ جسکو یہ حسرت ہو کہ ہم نے دفن نہیں کیا اسکو یہ دیکھنے کا کتنا شوق ہو گا کہ دفن ہو چکے یا نہیں ؟ (صفحہ ۲، کالم ۲، سطر ۹ محرم نمبر ۱۳۳۷ء غلط ہے اور تاریخ کالمِ بہائی کی پیش کردہ روایت خود ان کے نزدیک تشنہ تائید ہے وہ خود مولانا افضل حسین صاحب صدر الافاضل مقيم بہائی کے استفسار پر اس سے انکار کر چکے ہیں پھر اسے کدِ فاعل کہ بازاؤں بچانی۔ اور کالمِ بہائی کے مؤلف کا خود یہ نظریہ تھا کہ وہ جناب امیر المومنین کے تجزیہ و تکفین کے حالات میں لکھتے ہیں :-

بعد ازاں کہ رحلت فرمود امام حسن اور افضل کرد نماز برپا گذارد (کالمِ بہائی صفحہ ۳۷)

جب حضرت امیر نے رحلت فرمائی تو امام حسن نے غسل میت دیا اور نماز پڑھی

نیز امام حسن کے حالات میں ہے۔ "بوقت صبح بجار رحلت اینزدی بیوست بچاکم می بابت حسین از غسل و کفن

او فاعظ شد و بر سر پر نهاد (صفحہ ۳۷ کالمِ بہائی)

امام حسن نے صبح کے وقت رحلت فرمائی اور ان کے بھائی و جانشین حضرت امام حسین نے ان کے غسل و کفن سے

فانع ہو کر انکو سر پر رکھا"

جب کالمِ بہائی کے مؤلف نے امیر المومنین علیہ السلام کے آخری خدمات کو امام حسن کے ہاتھ سے اور امام حسن کے آخری خدمات کو امام حسین کے ہاتھ سے انجام پانا لکھ دیا ہے تو اب ناممکن ہے کہ امام زین العابدین اپنے بابا کے خدمات انجام نہ دیں ثابت ہو گا کہ امام حسین کو امام زین العابدین کے سوا کسی نے دفن نہیں کیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام

بہائی مذہب نقد و تبصرہ

اندر جناب مولانا سید ظفر حسن صاحب قبلہ مدرس مدرسہ جوادیرہ نابھ

در ہوا چند معلق زنی و جلوہ کنی لے کبوتر نگراں باش کہ شاہین آمد
تمتید آج کل کے کچھ خود روا درونیز مذاہب عوام کو اپنے دام تیردیر میں لاکر دنیا حاصل کرنے
کے لیے جو بھونڈے طریقے اختیار کر رہے ہیں ان سے اچھے تو وہ دہریے ہیں جو مذہب کے بے تعلق
ہو کر ہر صورت دنیا حاصل کرنے کی سعی میں رہتے ہیں، دنیائے انسانیت کے لیے کس قدر قابل
تاسف ہے یہ امر کہ دین سازی کو ذریعہ تمول اور وسیلہ تکفیل نہ قرار دیا جائے۔

چنانچہ تقریباً سو برس سے باب ازل اور بہار کے افلاک سے لقب بہتوں کو
باب ازل بہار خاص مذہبی تشخص دیا جا رہا ہے اور اس پردے میں طماع و حریص طبائع
اپنی شکم پیری کے ساتھ اسلام اور تبلیغ کی جنگی میں مصروف ہیں یہ یقیناً دن لیتے ہوئے اللہ باوجود
واللہ متعذروں کو کوہ انکار و دن لیکن یہ بھی ایک قدرتی انتظام ہے کہ ان افلاک کے پیرا میں کو چنانچہ
اجام بردست کرنیکی کوشش کی جاتی ہے وہ خود اپنے عہدوں سے اظہار نیرازی کر رہے ہیں چنانچہ اس
سلسلہ کے سب سے پہلے دعویٰ امیرزاعلی محمد پیر میرزا رضا بزاز شیرازی ہیں، انھیں صاحب کو بات بھی
کہا جاتا ہے ازل اور بہائی کی بنیاد و اساس کی خشت اول ہی بزرگ میں یعنی علی المرتبہ دونوں فرقوں

کا دعویٰ یہ ہے کہ ”باب“ نے میرزا یحییٰ صبح ازل اور میرزا حسین علی بہار کی بشارت دی ہے یہ لوگ
باب کو پیغمبر اور مشر کہتے ہیں اور ان دونوں میرزا صاحبان کو کبھی پیغمبر کبھی خدا کہتے ہیں بہائی لوگ باب
کو قائم آل محمد اور حسین علی کو مسیح موعود و نانی بھی کہتے ہیں، اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ ان
حضرات کے اسمائے حسنیٰ کیا کیا ہیں بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ ازلوں اور بہائیوں کی حقیقت علی محمد
باب کی بشریت پر موقوف ہے لہذا جب بشر صاحب کا دعویٰ خود ان کی تحریروں سے باطل ہو جائے
تو ازلوں اور بہائیوں کے دعویٰ خود بخود باطل ہو جائیں گے کیونکہ یہ شاخیں اسی اصل سے برآمد ہوئی

ہیں۔

حضرتان فرقائے ثلاثہ کافرق بھی مختصر نظام کر دیا جائے تو اچھا ہوگا،
ہر سہ فرق میں جمالی فرق

راخواستہام دیگر کلمات کے اختلاف رضا اور ابوہریرہ از قلم جاری شدہ غرضم عصیان نمودہ و در ہر حال مستغفر
تا نیم حضرت امداد میں بندہ ماسطلق علیہ نیست کہ منہاجادعائے باشد استغفر اللہ ربی و اتوب الیہ من
ان یحب الی امر و یحب مناجات و کلمات کہ از لسان جاری شدہ و لیس بر ہیچ امرے نیست و مدعی
نیابت خاصہ حضرت حمید اللہ علیہ السلام را محض ادعائے مبطل و ایں بندہ را چنین ادعائے نمودہ و نہ
ادعائے دیگر مدعی از الطاف شائستہ می و آنحضرت چنان است کہ ایں دعاگو را باطافہ عنایات
بساط یافت و رحمت خود و سرافراز فرمایند والسلام۔ نور دانش ضلع ۴

جواب علماء اعلام

سید محمد علی شیرازی۔ شمار بزم بہایوں و محفل میوں در حضور انوار الشرف والا و یعہد دولت بے زوال
ایدا اللہ و سدہ و نقرہ و حضور جمیع از علماء اعلام اقرار بطلان چندے کردی کہ ہر یک جدا گانہ باعث ارتداد
شما است و موجب قتل تو بہر مد فطری مقبول نیست و چیزیکہ موجب خیر قتل شما شدہ است شہید غلام
ہست کہ اگر آن شہید رفع شود احکام مرتد فطری بشما جاری میشود علی صغرا عینی المحسنی
(نور دانش ضلع ۴)

حررہ خادم الشریعۃ المطہرۃ ابو القاسمی المحسنی

ممکن ہے کہ کوئی کہدے کہ یہ تو تم نے قید در مجبوری کے زمانے کا اقرار پیش کیا ہے جان کا خطر تھا اسلئے
یہ تو یہ نام لکھ کر یعہد بباد کے پاس بھیج دیا تو اولا تو ایسے اعداد "حمدی موعود" کے لئے نہیں پیش کئے جاسکتے
تائیا ہم سید باب کے ان اقوال کو پیش کریں گے جو بحالت آزادی و اختیار اور ثبات ہوش و حواس سید گنجی
کے لئے تفسیر سورہ کوثر میں تحریر کیے ہیں۔

بہایوں نے اس تفسیر کو باب کا بہت بڑا معجزہ قرار دیکر عوام کو اس کے مفاد
باب کی تفسیر سورہ کوثر سے غافل بنا دیا ہے باب نے اس تفسیر میں خاتمیت سرور عالم کا اقرار کیا ہے

بحر بصراحت و داندہ امام کا اقرار کیا ہے بچہ نہایت واضح طور پر بارہویں امام کے تولد۔ عنایت صغریٰ۔
عنیت کبریٰ علامہ ظہور کا اقرار و اظہار کرتے ہوئے قرآن سے نیز ہر امام کے قول سے عنیت کا ثبوت ہمیا کیا
ہے اور یہ بھی بالکل صاف صاف لکھ دیا ہے کہ جو کوئی وحی۔ قرآن اور احکام
شیعہ اصول دین کا اقرار کی نسبت میری جانب دیکھا دے کافر ہے۔ ارباب جبر کے مزید اطمینان

کے علم اس کے چند فقرہ کو یہاں پر تحریر کرتے ہیں۔

والف ایچے قرآن و وحی کا مدعی کہنے والا کافر ہے۔ ولقد کفر الذین قالوا انہم سراجہ

100

وَيَقْدِرُ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اسْمَ رَبِّكَ قُلُوبُنِي

مجھے ناسک صحنے والے کا فریض باب بقیۃ اللہ من قبل من حیث لا یعلم

واشهد ان الذي ادعى بربريتك او ولايتك

دین میں می اور زیادتی کرنا لاکھوں پر ادا دعی القرآن ادا دعی بمثل ما سحرمت للناس

او ينقص شيامن دينك اديزيد فقد كفر وانا برئ منه الخ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تیری ربوبیت یا تیری راہیت و امامت کا دعویٰ کیا یا قرآن و وحی کے لئے اس قسم کا ادعا کیا جس کو تو نے حرام کیا ہے یا تیرے دین میں کچھ کمی زیادتی کرتا ہے تو ایسا شخص یقیناً کافر ہو گیا اور میں اس سے بیزار ہوں۔

تصريح باب باب مام زمانه

(۵) منکا ۱۰/۱۰۷ اسی سورہ میں لکھتے ہیں کہ فلاشک فی وجود الامام الغائب العالم

سورة ناس رمانه کا قول المستور سلام الله عليه لانه لو لم يكن لم يكن ما سواه وان

درجہ اعتبار سے امرۃ ظاہر بمثل ہذا الشمس فی وسط الزوال فان المنہریۃ

ساقط ہے

٧ لان الشاكى وجوده عليه السلام يترجم انكاره قدرة العمار

یعنی حوجہ دامام غائب (اور) قائم مستتر کے باب میں کوئی شک و شبہ نہیں اس لئے کہ اگر وہ نہ ہوئے

نور کوئی بھی نہ پھوٹا اور ان کا امر نو دوپہر کے آفتاب کی طرح روشن ہے یقیناً مسلمانوں میں سے جو لوگ

ان کے حکم میں ان کے اقوال باطل اور بایہ اعتبار سے ساط ہیں اس لئے کہ حضرت نے وجود میں رکھ کر

ان کے یہ سخن و عزم اس قدر کہ ریشہ بہ ریشہ ان کے ہاں ابھی اس کا وجود باقی رہا ہے۔

باب فی اس امری جبارت (دو) کی رو سے یہ کیا ہے؟

(۱۱) حسب تجربہ باب الاموال اور قراءت آرمی کو فراد میں حکمت و دیکر بدولت یہ دنیا مروجہ

حالانکہ آگے اپنی کتاب ”ظہور قاضی آل محمد“ کے صفحہ اول پر خود شیراز کے نوجوان عین علی محمد باکس قاضی آل محمد

درود ہے۔

(۲) آپ کے قائم ال محمد یعنی علی محمد باب کو آنجانی ہوئے ایک عرصہ گزر گیا حالانکہ یہ دنیا ابھی موجود ہے کیا باب صاحب کے فقرہ لائنہ اولہ یکن ماسواک اگر قائم ال محمد نہ ہوں گے تو کوئی نہ ہوگا، کی آپ رد فرمائیں گے۔

(۳) حسب تحریر باب یا تو یہ کہئے کہ علی محمد صاحب نے دعویٰ ہمدیت نہیں کیا یا کہئے کہ دعویٰ کیا مگر انکی تحریر کے مطابق خود ان کا قول پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔

(۴) کیا جب تصریح باب در فان المنکرین من المسلمین ساقطون اقوالہم عن درجۃ الاعتبار آپ کی کتاب کو کو پایہ اعتبار سے ساقط قرار دیا جائے اسلئے کہ اب آپ منکرین وجود قائم میں شامل ہو گئے اسلئے کہ جب کو اپنے قائم مانا تھا وہ خود انکاری ہو کر آنجانی بھی ہو چکا واذ تیر الذین الحق (۵) کیا حسب تصریح باب دوکان الشک فی وجودہ علیہ السلام یلزم انکار حدیث القہار جناب قدرت خدا کے منکر ہیں اور کیا ایسا شخص موجد بھی رہ سکتا ہے؟ قدرت خدا کا تمہے آپ نے اپنی کتاب ظہر قائم ال محمد میں کئی مقام پر کیا ہے کہیں حضرت حجۃ کی غیر معمولی نشوونما پر کہیں بالکل بچپن میں حامل بار امامت ہوئے پر، حالانکہ بچپن میں منصب الہی پر نائز ہونا انھیں کے لئے مخصوص نہیں اور مخصوصین کے لئے بھی ہو چکا ہے جبکہ شاید آپ بھی تسلیم کریں امام نہم کا سن امام ہشتم کی ولادت کے وقت صرف سات برس کا تھا (بجاء) اور جناب یحییٰ کا سن ظاہری نبوت پانے کے وقت صرف تین برس کا تھا (بجاء و تفسیر ابن سعود)

(۶) کیا حسب تصریح عبارت (ج) دین میں کمی اور زیادتی کرنے والا قرآن و وحی کا ادا کرنے والا اور ولایت و امامت کا مدعی کا فر نہیں ہے؟ اس روشنی میں آپ اپنے قرآن اور معتقدات کے متعلق کیا فرمائیں گے۔

(۷) کیا حسب تصریح (ب) علی محمد باب کو باب و نائب خاص حضرت حجۃ سمجھنا کفر نہیں ہے یا نیکو انکو خود حضرت حجۃ سمجھنا۔

آخر میں جناب اصغر جہاں صاحب مقیم بنارس (مبلغ جماعت بہائیان) سے بالخصوص اور دیگر فقید بہائی حضرات سے بالعموم گزارش ہے کہ خدا کے لئے چند روزہ راحت و آرام کے لیے اپنی ابدی سرتوں کو قربان نہ کیجئے اگر واقعا اصول دین و فروع دین میں آپ حضرات کو کہیں پر کچھ شک ہو تو مجھ سے ملاقات کر کے یا بذریعہ تحریر اس کے متعلق اطمینان

حاصل کر لیجئے اگر میں یا ہمارے علماء کو ہم آپ کو مطمئن نہ کر سکیں تو آپ کو ہر طرح کا اختیار ہے یہ ضرور ہے کہ ہماری حضرات کی طرح سے ہمارے پاس کوئی منظم مشن نہیں اور نہ ہم اس قابل ہیں کہ لوگوں میں روپیہ تقسیم کر کے انکو اپنا بنا سکیں تاہم جب کسی جماعت کی زیادتیوں کی وجہ سے اپنی سر سے اونچا ہو جاتا ہو تو مذہبی درد رکھنے والے افراد میں سے کوئی شخص (زیادہ تر انفرادی طور پر) دفاع کے لئے تیار ہو جاتا ہو جس طرح فتنہ کسری کے لئے آقا ؑ سراج انصاری ایرانی۔

عبرت کیلئے کسری کی تازہ مثال انشا اللہ ہر زمانہ میں نبی و امام پیدا ہوتے رہتے ہیں ۱۳۱۷ء سے سال گذشتہ تک احمد کسری تبریزی نے کیا کیا جنگاں نہیں کئے پہلے خود عثمانی چاہی ناکام رہے پھر جماعت بہائیان کا داعی بنا لیکن چونکہ اس کا بلند حوصلہ اطاعت مطلقہ کا خواستگار تھا مہتمما بہائیوں سے جدا ہو کر ایک نیا مذہب بنام ”پاکدینی“ ایجاد کیا اور اچے کو اس مذہب کا برا گئے سختی قرار دیا۔ بہت سے تابع پیدا ہو گئے اپنا ماہنامہ بیان اور اخبار پرچم جاری کر دیا۔ مختلف مقامات پر کشت و خون کا بازار گرم ہوا آخر دعولے نبوت وغیرہ کی پاداش میں کاخ درد کسری نے اسے آنجمانی بنا کئے آتش فتنہ کو ایک حد تک بجھا دیا۔

لاحظہ ہو سالنامہ نور دانش مطبوعہ طرآن ۱۳۶۵ء غرض حقیقی اس واقعہ کے بیان کرنے کی یہ ہے کہ تامل کل ناعق بنجانا ماہر آواز پر لبیک کہہ بیٹھنا طریق عقلا سے خارج ہے تحقیق مذہب کوئی بری چیز نہیں ہے مگر ”ظہور قائم آل محمد“ جیسی غیر محققانہ تالیف سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلتا بلکہ نظر باخبریں ایسے برفریب رسالے خود مولف کو بے وقعت اور تالیف کو بے حقیقت بنادیتے ہیں کتاب مذکور کا کل جواب تیار ہے اطمینان نفس کے لئے ہر شخص جامعہ جواد میں اگر اس کا مطالعہ کر سکتا ہے اور مگر ضرورت ہوئی تو اس کو پھیلوا کر شائع بھی کر دیا جائے گا۔

درنہ از باب انصاف کے لئے خود علی محمد باب کا اقرار واضح درباب وجود حضرت حجت بہائیوں کی رد کے لئے کافی ہے اور یہی سارا ہے کہ ہماری حضرات ہر طرح کی کتابیں شائع کرتے ہیں مگر باب کے افواج و کتب کو نہیں شائع کرتے۔

کیونکہ ان کی اشاعت سے بہائی مذہب از خود باطل ہو جائے گا جیسا کہ تفسیر سورہ کوثر مولفہ علی محمد باب سے ہم ناسپیکے کچھ نبوت بھی پیش کر دیے ہیں
وما علینا الا البلاغ

انسانِ کامل

از مایہ ناز سید افتخار احمد صاحب بلوری متعلم شیعہ کالج لکھنؤ

دنیا نے انسانِ کامل کا تعارف مختلف عنوان سے کیا ہے۔ کوئی علم اور بردباری کو کمال انسانیت سمجھتا ہے، کوئی علم و عمل کو انسانِ کامل کی صفت قرار دیتا ہے۔ کسی نے شجاعت کو کسی نے عدالت کو غرض ہر فکر پر کس بقدر ہمت و دست "کے مطابق مختلف معیار مختلف کمیٹیاں انسانِ کامل کو پہچاننے کے لئے قائم کیں لیکن اگر انھیں اصول کے ماتحت یہ سب خوبیاں ایک انسان میں نظر آجائیں اور کوئی تعریف وضع نہ کی جائے تو بھی حضرت علی علیہ السلام ان ساری خوبیوں کے مرکز، ان ملکوتی صفات کے منبع ہونے کے باعث انسانِ کامل قرار پاتے ہیں اور میرا کوئی دعوئی ہے کہ ماورائے انسانی ایسا انسان بھرنے پیدا کر سکی اور اب جبکہ مادیت کا دور نفاذ عالم پر چھایا ہے روحانیت کی سانس اکھڑ رہی ہے تو بھلا کیا امید کر آئندہ ان کا مثل پیدا کر سکے۔

حضرت علیؑ کی اس فضا میں پیدا ہونے جہاں جغرافیائی اثر سے ہر نفس میں سخت مزاجی و سختی نظرنا موجود تھی بات بات میں تلوار کا اٹھ جانا عام تھا۔ ادبی ذوق کچھ محدود حلقہ ہی میں تھا باقی حصہ میں جمالت کا دور دورہ تھا غیر اللہ کو معبود قرار دیا جاتا تھا اسی فضا میں رسول اسلام تشریف لائے اپنے اخلاق کا مسکہ بٹھایا۔ راست بازی، ہمدردی کا سبق دیا اور اسی مصلحِ عظیم کی آغوش کے پر درودہ علیؑ بھی تھے یہ کلیہ ہے کہ انسان جب طفولیت کی منزل میں ہوتا ہے تو اسکی سادہ لوحی پراسکے گرد پیش کے ماحول کا کافی اثر انداز ہوتے ہیں۔ وہ اپنے بزرگوں کی نقل و حرکت بڑے غور سے دیکھتا ہے اس کے اعضاء و جوارح بھی رفتہ رفتہ ایسی طرح سے کام کرنے لگتے ہیں جنانچہ جب علیؑ نے اکھ کھول کے دیکھا تو بزرگوں کے اوصاف ان پر اپنا اثر ڈالنے لگے اور تدریجاً ان اوصاف کے نقوش اس قدر گہرے ہوتے گئے کہ تعلیم دینے والے کو ایک وقت انکی ضرورت پڑی ہی وہ بھی کہ جب تک علیؑ جوان نہ ہوئے پیغمبر اسلام نے نبوت کا اعلان نہ کیا اور جب سارا بار خود ان پر آیا تو علم و ہنر، کسب معاش، شجاعت، عدالت رحم و انصاف، سچائی، شکر و ہمدردی سب کو مکمل کر دیا۔ آج عرب کو جس ادب پر ناز ہے اسکی صورت و شکل بنیاد ڈالنے والے علیؑ ہی تھے انھوں نے علیؑ حیثیت سے یہ بتا دیا کہ کسب حلال کے لئے

میں ہو جی سکتا۔ فن جنگ کے متعلق اپنے جو قیامات اپنے نور نظر محمد حنفیہ کو دی اس کے پڑھنے سے آپ کی شجاعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ علی کی بہادری کی مثالوں سے تو تاریخ عرب بھری پڑی ہے میں یہاں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ اس وقت جب عمر بن عبدود کی ہیبت ناک مبارز طلبی سے مجلس رسول میں ایک سنانا چھایا ہوا تھا، پیغمبر اسلام مبار بارہ صحابی سے مقابلہ کے لئے کھڑے اور ہر شخص اپنی نگاہیں نیچی کر کے کم حوصلگی کا ثبوت دے رہا تھا۔ اس وقت علیؑ کی رگوں میں ہانسی خون جوش زن ہوا غیرت مردانہ کو جلال آگیا۔ اپنی جگہ سے اٹھے اور عرض کی اے بانی سلام! عمر بن عبدود کی لاف زنی اب نہیں سنی جاتی اجازت دیجئے کہ میں بھی ترکی بہ ترکی اس کا جواب دوں۔ پیغمبر اسلام نے علیؑ کو بغور دیکھ کر کہا ”یہ عمر بن عبدود ہے“ شجاعت کے دھنی نے فوراً جواب دیا ”و تو کیا ہمارا میں بھی علیؑ ہوں“

امانت داری کا تناخیاں کہ بزمانہ خلافت بیت المال کو کبھی اپنے ذاتی مفاد میں صرف نہ کیا اسے ہمیشہ علوم کا مال سمجھتے رہے۔ ایک بار آپؐ کے بھائی حضرت عقیل شریف لاطے اور اپنی عسرت کا تذکرہ کر کے فاضل اعانت کے طالب ہوئے حضرت نے صاف انکار کر دیا۔ عقیل جب بہت مصروفے تو انکی انگلی دھتا آگ سے جلادی حضرت عقیل بے چین ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا تم معمولی سی آگ سے جل جانے پر اس قدر بے چین ہو گئے کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا بھائی بے انصافی کر کے جہنم کی آگ کا مزہ چکھے؟ یاد رکھو جس کا جو حق ہے علیؑ نہ اس سے ایک جبر زیادہ نہ ایک جبر کم دے گا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علیؑ سیاست سے بالکل بے برہم تھے اور اس کے ثبوت میں یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے دور خلافت میں اسلامی ممالک میں کسی نمایاں جبر و کاذافہ نہ کیا۔ اہل اسلام کی ترقی آگے نہ بڑھ سکی مگر ایسا خیال کرنے والوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ پیغمبر اسلام دنیا میں کسی سلطنت کی بنیاد رکھنے نہیں آئے تھے اور نہ ان کا یہ مقصد تھا کہ مخلوق خدا کے مال و اسباب کو لوٹ کر اور خون کی ندیاں بہا کر حکومت قائم کریں۔ دینی پیشواؤں کو ملکی فتوحات اور قتل و غارت کے واقعات سے کیا تعلق؟ کیا رسول صلعم نے کبھی کسی شخص کو اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ اسلام کیوں قبول نہیں کرتا؟ خدا کی وحدانیت کا قائل کیوں نہیں ہوتا اور ان کو پیغمبر کیوں نہیں ماننا؟ رسول کا تو شخص یہ کام تھا کہ لوگوں کے اخلاق درست کریں۔ کتاب و حکمت کی تعلیم دیں۔ ان کو دولت و سلطنت سے کیا واسطہ؟ حضرت علیؑ بھی اسی سیاست کو مد نظر رکھ کر کارامت انجام دے رہے تھے انکی سیاست مطابق فرمان رسول تھی اور اس لئے انھیں بھی اسی جہاد میں شمار کرنا چاہئے جس میں پیشواؤں دین گذرے ہیں نہ کہ اس فترت میں جس میں دنیا کے سلاطین گئے جاتے ہیں۔

امور دینی میں اسلامی گروہ کا کوئی فرد علی کی مسئلہ دانی اور عدالت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضرت عمرؓ خود جو خلیفہ رسول کہلاتے ہیں ہمیں الفاظ قاضی فتویٰ ہونے کا اقرار کرتے ہیں ہوا علی الملک عمرؓ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوتا، اور کامل ابن اثیر حصہ دوم میں حضرت عمرؓ کا قول اس طرح درج ہے کہ وقت وفات انھوں نے اقرار کیا کہ عثمان ضعیف الرائے ہیں اور علی تیز ذہن اور بہترین ہادی۔ حضرت علیؓ کی مسئلہ دانی کے ثبوت میں چند نمونے پیش ناظرین ہیں مثلاً

۱۱۱ ایک عورت کسی متونی کی دادی حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئی اور سوال کیا کہ متونی کی جا مکہ اور متروکہ میں میرا کیا حق ہے کیونکہ میں متونی کی دادی ہوں؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے خیال میں تیرا حق قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے پھر بھی میں کسی مسئلہ داں اور نقیحہ سے دریافت کر کے بتاؤں گا۔

۱۲ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک مجنونہ کے سنگ سار کر کے کا حکم دیا حضرت علیؓ نے فرمایا مجنونہ اور نابالغ اور سوت پر شرعاً تعزیر جائز نہیں (از لہ الخفا)

۱۳ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کسی کو زنا کرتے دیکھا حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ”خلیفہ اپنے چشم دید واقعہ پر حکم نہ ادا کر سکتا ہے؟“ آپ نے فرمایا ”جب تک چار گواہ شہادت نہ دیں خلیفہ اپنی رائے پر سزا نہیں دے سکتا“

یہی تو باعث ہے کہ اسلام تو اسلام مغربی مدبرین بھی اس فخر انسانیت پر عقیدت کے پھول خار کرتے ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از عالم جناب ملا عبد الحکیم صاحب مکمل منشی کافی شاہ جاپوری صدر مدرس سیفیہ بھوپال حضرت زید رسول اکرمؐ کے خاص صحابی اور ایمونین اور جنین کے زمانہ کا بھی ادراک کیا تھا سب سے پہلے ہم آپؐ کا نسب نامہ درج کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپؐ کی حالات زندگی قلم بند کریں گے۔

زید بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن مالک اعرب بن ثعلبہ ابن کعب خزرج بن ثعلبہ انصاری، حضرت زید کو حضرت رسولؐ کا خرف واصل تھا، آپؐ کے والد نے اس وقت انتقال کیا جب آپؐ کی عمر بہت کم تھی، اس لئے آپؐ کی پرورش حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے کی جو ایک جلیل القدر صحابی تھے اور رشتہ میں حضرت زید کے چچا ہوتے تھے۔

حضرت زید اپنے چچا اور مربی حضرت عبداللہ کے ساتھ بیعت عقبہ کے روز دولت ایمان سے
الامال ہوئے جنگ احد کے زمانہ میں چونکہ حضرت زید کی عمر کم تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو
شرکت جنگ سے منع فرمایا، اس کے بعد خندق کی لڑائی میں شریک ہوئے اور پھر سہیلہ ہر جنگ
میں شرکت کرتے رہے یعنی آپ نے، اغزوات میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھلائے۔

غزوہ موند کا واقعہ عجیب و غریب ہے، آپ اپنے مربی و خیر خواہ حضرت عبداللہ کے ساتھ اونٹ
پر سوار تھے، حضرت عبداللہ نے چند اشعار ایسے پڑھے جن میں شوق شہادت ظاہر کیا گیا ان اشعار کو سنکر
حضرت زید رو پڑے آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے حضرت عبداللہ نے یہ حالت دیکھی تو ذرہ اٹھا کر
دھڑکا کہ ”اس میں تمہارا کیا حوصلہ ہے“ میں شہادت کا خواہشمند ہوں تمہارے لئے تو کچھ نہیں کہتا:
حضرت زید کی کنیتوں سے مشہور تھے، ابو عمر، ابو عامر، ابو سعد، ابو سعید، اور ابو انیسہ، رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صد ہادیشیں آپ کو یاد تھیں، آپ جہاں تشریف لے جاتے لوگ آپ کے پاس حاضر ہوتے،
احادیث انہوی سننے کا اشتیاق ظاہر کرتے تھے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ جب کبھی ہم حضرت زید سے حدیث کی درخواست کرتے تھے
تو آپ جواب میں فرماتے کہ ”میں ضعیف ہو گیا ہوں حدیثیں بخوبی یاد نہیں ہیں، حدیث رسول میان کرنا
ہم کام ہے۔“

آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا، جبے آپ نہایت دیانتداری کے ساتھ انجام دیتے تھے ایک مرتبہ
زید کو آشوب چشم کی شکایت ہوئی، خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس آپ کی عیادت کو تشریف لائے، اس کے
بعد حضور انور کی دعا سے حضرت زید شفا یاب ہو گئے تو رسول اللہ نے دریافت کیا کہ لے زید اگر تمہارا مرض
بچھان ہوتا اور دردتا رہتا تو کیا کرتے اپنے غرض کیا یا رسول اللہ! صبر و ضبط سے کام لیتا، رسول اللہ نے
ارشاد فرمایا کہ اگر ایسی مصیبت پر صبر کرتے تو خدا کے حضور بے گناہ جاتے۔

حضرت زید میں یہ ایک خصوصیت تھی کہ ہر شخص کو اس کی مصیبت میں مدد دیتے اور اس کی غمخواری
کرتے تھے، اپنے معاصرین کے ساتھ خندہ پیشانی پیش آتے اور رشک و حسد سے بالکل مبرا تھے، آپ
راستباز تھے، اسلام کے شیعہ اہل اور رسول اللہ کے سچے دوست تھے اسکے ثبوت میں متعدد تاریخی شواہد
موجود ہیں لیکن یہاں ہم صرف ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت زید خود رادی ہیں کہ ایک لڑائی میں مسلمانوں پر نہایت عسرت کا زمانہ پیش آیا میں اپنے چچا اور
مربی حضرت عبداللہ کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھا عبداللہ بن ابی جو منان نقین کا سردار تھا انھوں نے

اپنی جماعت سے کہا کہ یہ سوتہ بہت اچھا ہے، ہاجرین کو کسی قسم کی مدد نہ دی جائے یہ لوگ تنگ ہو کر از خود مدینہ سے چلے جائیں گے حضرت زید کو اس کا ردائی کی اطلاع ہوئی تو فوراً دربار رسالت میں حاضر ہو کر جو کچھ سنا تھا من و عن عرض کر دیا، حضور انور نے حضرت زید اور منافق مذکور کو طلب کیا منافق مذکور اپنی جماعت لیکر حاضر ہوا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ زید جھوٹ بولتے ہیں یہ منکر تمام انصار نے حضرت زید کو لامت کی کہ ناحق رسول اللہ کو ناامان کیا، حضرت زید کہے جی اللہ نے بھی انصار کی ہمنوائی کی، زید کو بہت افسوس ہوا خاموش گھر چلے گئے اور اس رنج کی حالت میں سو گئے سو کر اٹھے تو دربار رسالت سے طلبی ہوئی آپ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔

رسول اللہ نے آپ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا، اے زید تم اپنے قول میں صادق ہو، خود خدائے علیم نے تمہاری تصدیق فرمائی ہے ابھی وحی نازل ہوئی ہے سنو اذا جاءك المنفقون قالوا انشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنفقين لکذ بون جب تمہارے پاس آتے ہیں منافق تو کہتے ہیں کہ ہم لوگ گواہی دیتے ہیں بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تو جانتا ہی ہے کہ بیشک تم آپ کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ واقعی یہ منافق جھوٹے ہیں۔

اے زید تم نے عبداللہ بن ابی کے بارہ میں جو خبر دی تھی وہ بالکل صحیح ہے۔ حضرت زید کو امیر المومنین اور اہلبیت رسول کے ساتھ جو اخلاص و محبت تھی وہ حسب ذیل واقعات سے ثابت ہوتی ہے کہا جاتا ہے حضرت زید کو مشکل کشائے عالم سے محبت تھی اور حضرت زید نے آپ سے تحصیل علم کیا تھا اور احادیث نبوی سنی تھیں، جب امیر المومنین مدینہ سے ہجرت کر کے کوفہ تشریف لے گئے تو حضرت زید بھی کوفہ چلے گئے اور مکہ کندہ میں سکونت اختیار کی، صفین کی لڑائی میں حضرت زید نے دادر دنگی دی اور دشمنوں کو قتل کیا، امیر المومنین کی شہادت کے بعد ایک روز مغیرہ بن شعبہ نے امیر المومنین کی شان میں گستاخی کی آپ نے کہا کہ تو ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے درآخالیہ آپ انتقال فرما چکے ہیں، پھر تو کیوں بدزبانی کرتا ہے۔

”حوض کوفہ“ کے ہاں سے جو حدیثیں رسول اللہ سے وارد ہیں، حضرت زید ان کو بر بلا بیان کیا کرتے تھے، کتب رجال سے واضح ہوتا ہے کہ حدیث غدیر کی گواہی میں زید بن ارقم نے انتخاب خلافت کے موقع پر غدیر کیا تھا، درجہ نہ ہی ان کی صحابیت کا معیار تھا، اسباب نقد و تبصرہ نے ان کی ذہنیت پر افسوس کیا ہے کارالانوار میں خود ان کا بیان ہے کنت انا معن کنتہ شہادۃ من کنت مولاہ فعلی مولاہ فذهب اللہ بصری میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے پیغمبر کی حدیث جس کا

میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں : کا انکار کیا تھا اور اس کمان حق کی سزا میں خدا نے میری بنیائی حسین لی۔ (رجال مافغانی)

زید بن ارقم کو اپنی اس بیوفائی پر خود بھی افسوس تھا و کان بیندم علی ما فاعلہ و یتخلف وہ اپنی تفریط پر ناگرم تھے اور استغفار کرتے تھے۔ لیکن یہ داغ ان کے دامن پر رہ گیا، اور اگر وہ نابینا نہ ہوتے تو امام حسین علیہ السلام کی نصرت نہ کرنے کا جرم بھی ان پر دیگر صحابہ رسول کی طرح عائد ہوتا مگر اندھوں پر جہاد سا قطع ہے خاندان رسالت میں جو کتنی ان سے سرزد ہوئی تھی اسی کی تلافی ابن زید کے سامنے کی جب غولی بن یزید نے، سید الشہداء مولا نا حسین علیہ السلام کا سراقدس ایک طشت میں رکھ کر عبد اللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا تو اسکے دربار میں اس وقت بہت سے لوگ موجود تھے ازاں جہاں حضرت زید بن ارقم بھی موجود تھے عبد اللہ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے وہ مولا نا حسین کے لب و دندان کے ساتھ بے ادبی کرنے لگا یہ دیکھ کر حضرت زید کو بہت غصہ آیا اور آپ نے چلا کر کہا کہ اے ابن مرجانہ خبردار اپنی چھڑی حسین کے ہونٹوں اور دانتوں پر نہ مار، ایسی دیدہ و سری ایسی بیہودہ بے ادبی سے باز آ، خدا نے کہہ کی قسم میں ٹھیک تعداد تو نہیں بتلا سکتا مگر بار میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ کو ان ہونٹوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے یہ کہہ کر حضرت زید نار و دنا شروع کیا، آپ کے ساتھ حاضرین مجلس نے بھی ردنا شروع کیا، ابن زیاد بہت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ اے زید اگر تم ٹوڑھے اور لاچار نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کر دیتا، زید یہ سن کر مجلس سے اٹھے اور اہل مجلس سے خطاب کر کے کہا کہ اے لوگو! حق سبحانہ تعالیٰ تم سے ہرگز خوش نہ ہو گا کہ تم نے فاطمہ زہرا کے تحت دل کو شدید کر ڈالا اور ابن مرجانہ کو اپنا امیر بنایا یہ کہہ کر حضرت زید دارالارہ سے باہر نکل آئے۔

ایک روایت کے بموجب آپ نے سترہ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور دوسری روایت کے مطابق سترہ میں وفات پائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، راویوں نے حدیث غدیر کو دس طریقوں سے ان سے روایت کیا ہے اور یہ ترجمانی نابینا ہونے کے بعد ہوئی۔
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

یہ صادق علی کلاتھ مرحیٹ و کٹوریہ اسٹریٹ بازار خاس لکھنؤ

سے کپڑا خریدیے

حقیقی مومنین کی تعریف

ماہجناب سید حسین علی شاہ صاحب خلیفہ یاب دکن زیر محمد

یوں تو اہل اسلام کہ دستور الہی قرآن میں عزائم بالا کے متعلق بہت سی آیتیں ہیں کہ اگر مسلمان ان پر مٹھنا ہے دل سے غور کریں تو فلاح دارین ہینان کی جلو میں رہ سکتی ہے۔ مگر افسوس کہ اکثر لوگ یا تو لفظ مومن کی کہنہ یا حقیقت کو سمجھ نہیں یا اگر سمجھ میں تو ان صفات حسنہ سے جو انسان کو باستانی مومن بنا سکتی ہیں ان کے حاصل کرنے میں چیزوں کو شش نہیں کی۔ خیر یہ تو ہر شخص کا اپنا حصہ ہے۔ اے اے اے اے کیونکہ خدا نے پاک نے انسان کو ایک حد تک فاعل مختار کر کے اسے اچھی طرح سے آگاہ و متنبہ بھی کر دیا ہے تاکہ بروز قیامت انسان کو یہ کہنے کا موقع ہی نہ مل سکے کہ تو نے تو مجھے میری ذمہ داریوں سے آگاہ نہ کیا تھا۔

بھروسہ سوال و جواب کے کیا معنی ؟

ہم نے سورہ المجادلہ کی جیت تلاوت کی سعادت حاصل کی تو اس سورہ کی آخری (۲۲) آیت تو البسی
معلوم ہوئی کہ صرف اس ایک آیت کو اپنے عنوان مضمون ہذا کی بھی تعریف قرار دے سکتے ہیں لہذا یہ ہذا کو بغرض
استفادہ اہل اسلام درج ذیل کیا جاتا ہے کا جحد تعمال منون باللہ والیوم الاخر لثواب من
حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا بائعہم اذباوعہم واخراصہم وعیشہم ولیناک کتب فی
قلوبہم الا یمان وایدہم برسرہ منہ بعد خلوہم جنت جبری من تحتہم الا لہر
خلدین فیہا رضی اللہ عنہم ورضوانہ اولکک حرب اللہ الا ان حرب اللہ ہم
للفلحون ۵

(ترجمہ) جو لوگ خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ (کیوں نہ ہوں) یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان کو ثابت کر دیا ہے اور خاص اپنے دور سے ان کی تائید کی ہے اور ان کو (بہشت کے) اُن (ہرے بھرے) باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (اور وہ) ہمیشہ اس میں رہیں گے خدا اُن سے راضی اور وہ خدا سے خوش یہی خدا کا گردہ ہے جس کو کہ خدا ہی کے گردہ کے لوگ ولی قرار دیں یا اُس گے۔“

آیہ ہذا کا کیا اچھا اور دل بھانے والا نتیجہ رب الارباب نے بتا دیا ہے یعنی دلی مراد میں پاٹا۔ ہم تو

عرض کر چکے کہ اس مادی دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہ ہوگا جو اس قلیل الملت دنیا میں اپنی دلی مراد میں پانے اور بھران کے حصول کے تمام ممکن ذرائع استعمال کرنے کے بغیر کامیاب ہوا ہو چونکہ عقیقی کا معاملہ بوجہ دوام اس عارضی دنیا کے مقابلہ میں بدرجہ زیادہ قابل التفات ہے لہذا وہاں بھی اس کے حصول کے لیے اصولاً ہر شخص کے لئے جب تک کہ وہ اس آیت کے تمام ابتدائی مراحل (احکام الہی) کو بوجہ احسن و بلا غفوت کو متہ لاٹم طے نہ کر لے فائز نہ لے کسی قدر مشکل ہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ مسئلہ مسئلہ ہے کہ حصول خبر کے لئے ابتدا کے جملہ متعلقہ امور کو طے کرنا از حد ضروری ہے۔ ورنہ زبانی جمع خرچ محض تحصیل حاصل ہے لہذا ہم آئینہ ہذا کے حاشیہ پر جو تشریح حضرت مولانا سید فرزان علی صاحب طالب نراہ نے اسکی شان نزول کے متعلق فرمائی ہے اسکو بھی بغرض عبرت و استفادہ اہل اسلام من و عن درج ذیل کیا جاتا ہے:-

۱۔ ایک دفعہ حضرت رسول نے پانی نوش کیا اور اس میں سے کچھ بچ گیا تو عبداللہ سلول کے بیٹے عبداللہ نے عرض کی اگر اجازت ہو تو میں اس اسکو لے جاؤں اور اپنے باپ کو پلاؤں شاید اس کا مرض نفاق کم ہو جائے غرض وہ اپنے باپ کے سامنے لے گیا عبداللہ سلول نے پوچھا یہ کیا ہو؟ وہ بولا رسول اللہ کا جھوٹا پانی لایا ہوں تاکہ تیرا دل نفاق و شرک سے پاک ہو۔ وہ ملعون جھٹلا کر کہنے لگا تو ابی ہاں کا پیاب کیوں نہ لایا۔ عبداللہ یہ سنکر مبتلا بنا حضرت کے پاس آکر کہنے لگا اگر اجازت ہو تو میں اس کا سر اٹا دوں۔ آپ نے فرمایا تم کو اس کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:-

واقعی مبالغہ و مسود ہیں وہ لوگ جن کو دین الہی کی محافظت کے خیال سے حکم خدا غیر دین یا منافق لوگوں پر غصہ کیا ہے جیسا کہ عبداللہ بن عبداللہ سلول کے واقعہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے اور واقعی نہ ہے نصیب ایسے خوش بخت حضرات کا کہ جن کے بارے میں خدا آیت تک نازل کرتا ہے قرآن کی آیتیں خاص لوگوں کے لئے ہی ہوتی ہیں اور عام ہند گان خدا بھی اگر جاہیں تو اعمال صالحہ کر کے ان کے مصداق بن سکتے ہیں۔ ہم تو یہاں تک عرض کر چکے کہ اگر انسان کے دل میں ایمان کامل ہو تو خداے رحمن ایسے شخص یا اشخاص کی ان کے شہداء و مصائب کے اوقات میں ان کی مدد کر کے رہتا ہے۔ علاوہ اور بہت سی آیتوں کے جن میں خدا نے اپنے نیک بندوں کی دنیوی آزمائش کے وقت مدد فرمائی ہے ہم قرآن مجید سے صرف ایک ہی آیت کو مدح ذیل کر کے اس کے متعلقہ واقعہ سے دیدہ دل مومنین کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں

بائے عم سورہ البروج (۴۱) قتل اصحاب الاخذود جس طرح خدق والے ہلاک کر دیے گئے۔

ان کا قصہ یوں منقول ہے کہ ایک حبشی کو خداوند عالم نے حبشیوں پر پیغمبر بنا کر بھیجا ان کا ایک بادشاہ تھا جس کا نام ذونوس تھا وہ لوگوں سے اپنی اور بیوی کی پرستش کرتا پیغمبر نے ہر چند فنا کش کی مگر خبیث کے سوا کسی پر اثر نہ ہوا آخر جنگ کی فوج آئی اور پیغمبر کے بہت سے اصحاب اسے لے گئے جو باقی بچے وہ مقید ہوئے ان کے واسطے ہاگزیلمی اور بارہ گز چوڑی نہر کھدوائی اور اسے آگ سے جمدیا اور ایک منادی نے ندا دی کہ جو ہمارے دین برہے وہ الگ ہو جائے اور جو اس پیغمبر کے دین پر ہے وہ اس آگ میں کود پڑے۔ آخر مومنین نے نہایت خوشی کے ساتھ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر گودناشرور کیا جب ایک عورت کی باری آئی جس کی گود میں تین ۵ مینہ کا بچہ تھا تو اس کو کچھ تامل ہوا مگر خدا کی شان اس بچہ نے آباد دہلند کھائے ماں کچھ خوف نہ کروادہم کوٹے ہوئے کو دبوڑوغرض وہ بھی گری بس بھر کیا تھا خدا نے ایک ہوا بھیجی جس نے ساری نہر کو حالی کر کے اسی آگ سے بادشاہ اور اس کے لشکر اور تابعین کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا اور مومنین پر کچھ اثر نہ ہوا۔

(ماخوذ از حاشیہ قرآن مترجمہ مولانا فرمان علی طاب ثراہ)

اللہ اکبر جل جلالہ و اعظم شانہ مذکورہ بالا دو آیتوں سے ہر صاحب فکر و دانش مسلم پروردگار کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ اگر انسان کے دل میں اپنے دین کا سچا یقین ہو اور وہ جانے کہ جس خدا نے تجھے اس دین میں پیدا کیا ہے وہ میری ہر حالت میں مدد کرے یہی گاتو بھرا یہ شخص کے نزدیک کسی بھی مخالف دین سے کیسی تو کیا بلکہ اس کے قلب صافی میں ایسے بدکردار شخص سے حکم خدا نفرت تک پیدا ہو جاتی ہے عبید اللہ کا واقعہ بالاس کا بین ثبوت ہے کہ اس نے باب تک کی بردہ نہ کرتے ہوئے پیغمبر اسلام سے اس کو قتل کرنے کی اجازت چاہی آیتا دل کا ایک ایک لفظ اب زور سے لکھنے کے قابل اور عمل کرنے کے لئے اس واسطے ہے کہ اس پر تعمیل کے باعث انسان کے دل میں اپنی دلی مرادیں پاک کر رہے گا۔

یہ ہر دو واقعات تو اس زمانہ کے تھے جب کفر و شرک کا دنیا میں دور و دورہ تھا اگر ایسے نازک دور میں بھی غلط بندگان خدا نے وہ کام کئے کہ جبکہ باعث ان کے نام نامی تا قیامت باقی رہیں گے۔

ثبت است بر جبریدہ عالم دوام ما

الحمد للہ و احسانہ کہ فی زمانہ تو بوجہ اسلام و تیا میں کفر و شرک علی الظاہر تو ہم لوگوں میں باقی نہیں رہا جس کے باعث اہل اسلام افضل رب ذو المنن اور اپنے پیغمبر رحمت کے وجود اقدس کی بدولت ہر قسم کی آزمائش کو بلایا عذاب سے محفوظ ہیں جس کو خود خدا نے رحمن نے اپنی زبان بے زبانی سے فرمایا بھی دیا ہے :-

و ما کان اللہ لیخذ بعصا امت فیہ صراط (یعنی اللہ کو مناسب نہیں کہ ان مسلمانوں پر عذاب کرے در آنحالیکہ اے حبیب میرے) تیرا قدم در بیان میں ہے)

اہل دل مسلم حضرات لفظ مناسب پر اگر اپنے لحاظ فرصت میں غنڈے دل سے غور کریں گے تو یقیناً وجد کریں گے اور ”آن را کہ خبر شد خیرش باز نہ آید“ کے اتباع میں کروکار عالم کی بارگاہ حق پر مدام الحیات سرِ جود رہ کر ایسے اعمال میں، خود کو منہمک کر لیتے جو خوشنودی خدا کے باعث ہوں۔

کس نے ہمارے دین اسلام کو پسند کیا سب کہیں گے کہ خدا نے پھر کیوں نہ خدا اپنی ذرہ نوازی کے تحت پہلوگوں کو دنیاوی عذاب استیصال سے کہ جس کے باعث سب درجائیں محفوظ رہنے کی اس دنیا میں سندھ دیتا۔ اب یہ ہم سب کا اپنا کام ہے کہ اس بے حد انعام انبندی کی دل سے قدر کرتے ہوئے ادام الحیات ہی اعمال حسنہ کریں کہ یہ سند عقیقی کیں بھی کام آسکے۔

زمانہ سابق پر تو دین پر قائم رہنا گویا انگاروں پر لوٹنے کے برابر تھا۔ کئی کئی سو برس خدا کے نیک بندے اپنے ماحول شرک، کفر کے باعث اپنے ایمان کو چھپائے رہے چنانچہ جناب آسیہ رضی اللہ عنہا اور مومن اک فرعون کے قید کے واقعات قرآن میں موجود ہیں کہ جب ان دونوں کا ایمان ظاہر ہو گیا تو فرعون ملعون نے ان پر در کو سخت عذاب دیکر تمسید کیا۔

اب ہم زمانہ حال کا بھی جائزہ لیتے ہیں کہ آیا ہم لوگ جو بفضل کسی مہتمم کی مداخلت فی الدین یا جبر و تشدد سے دوچار نہیں ہوئے ہیں ایسے برامن زمانہ میں اگر کبھی قرآنی آیت کے مندرجہ احکام کی خلاف ورزی دیکھتے ہیں تو کیا ہم لوگ حکمِ حکمِ خدا کے عذرِ دل ایسے لوگوں سے بنا کا ظہرِ شہِ خونی کنارہ کشی کو نظرِ استحقاق سے دیکھتے ہیں اگر بفضلِ ایسا ہے تو واقعی ہم لوگ خدا کے مطیع و منقاد بندے بنکر عاقبت میں دینی مرادیں پانے کا پورا استحقاق بھی رکھ سکتے ہیں اور بموجب آیت دیگر قرآنی جنت کے دروازہ بھی ہو سکتے ہیں اور اگر بغرض محال کسی مقامِ ہوان احکام سے انحراف ہو کہ معلوم ہوتا تو ہم ساکت و صامت رہ کر نیکو گان (بدکردار) خدا سے ہم بیالہ دم فاجر رہتے ہوں تو ہم تو مزہ برا اندام ہوتے ہوئے اپنے سے کچھ عرض نہ کریں گے لیکن اگر قرآن کو ہم لوگ واقعی سچا کلامِ خدا مانتے ہیں تو اسکی تو متعدد آیتوں سے ہمارا فعل بالا (خوشی) لوگوں کو اسلام سے کوسوں دور کر رہا ہے کیونکہ مسلم کے معنی سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ احکامِ خدا کے آگے تسلیمِ خم کرنا۔ اہل دل اور عاقبت اندیش مسلم حضرات قرآن کریم سے اس مہتمم کی آیتیں نکال کر اپنے لئے خود بہتر ستم نکال سکتے ہیں البتہ اس قدر تو ہم موجودہ زمانہ کے ملاحظہ عرض کرنے پر بادل ناخواستہ مہر رہیں کہ تبلیغ کا دروازہ بالعموم ہمارے یہاں اگر نہیں ہے تو کھلا ہوا بھی نہیں ہے حالانکہ

بروے قرآن تعزیر ہرزی نعم و باسواد مسلم مبلغ دین قرار دیا گیا ہے کیا ہم تبلیغ دین میں بین کے متعلق قرآن ہی سے کچھ احکام بغیر اے لاسرطب و لایابس کافی کتاب میں حاصل نہ کریں تاکہ کسی بھی مسلم کو ان سے انکار کی گنجائش ہی باقی نہ رہ سکے تلاش صحیح کے بعد قرآن میں سے کم از کم تین آیتیں تو ہم نے اپنی بے بضاعتی تاہل کے ساتھ بفضل دریافت کرنی ہیں جن کو ہم بغرض استغادہ و برادران اسلامی درج ذیل بھی کئے دیتے ہیں۔

(۱) انذر عشیرتک الا قرین

(۲) یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واهلکم من النار و قدھا الناس و انجھارح بالنار

(۳) ولکن ینالما یدعون الی الخیر و یا مردون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک هم المفلحون

۱۔ دعوتِ عنبرہ کے نام سے موسوم ہے جس میں رسول خدا کو اپنے مشرکین قرابتداروں کو تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے۔ چونکہ اہل دل مسلم حضرات اس سہ روزہ دعوت سے واقف ہیں لہذا مزید بحث کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

۲۔ اس آیت کا تعلق سرزمین سے ہے کہ وہ اپنے نفسوں اور اہل و عیال کو اس آگ سے ڈرائیں جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہو گئے اللہ اللہ ایمانداروں کو اس سخت و ہشت انگیز عذاب کا سامنا! معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی آگ اس دنیا کی آگ سے سرگنا تیز اور زیادہ جلانیوالی ہوگی ایسی تیز آگ میں تو انسان جلد جگر اپنے عذاب کا خاتمہ کر سکتا ہے کا فکالہ ایسا ہوتا مگر معزز و دستو ماقت میں تو موت کو بھی موت آجائے گی اور وہاں پر ہر شخص کو اچھی یا بری زندگی جیسی ہو اسی میں ہمیشہ رہنا ہوگا غضب بالائے غضب تو یہ ہوگا کہ جب انسان کی پہلی جلد جل جائے گی تو اسکو ایک خاص مدت تک عذاب بھگتنے کے لئے دوسری اور تیسری اور نہ معلوم کس قدر جلیں جلنے کے لئے درگاہ احدیت سے دی جائے گی۔ چنانچہ اس ضمن میں حکیم اسلام حضرت علی علیہ السلام کا قول بھی ہے کہ گنہگار مسلمانوں دنیا کے حساب سے تین عین لاکھ برس عذاب بھگتنے کے بعد کہیں جا کر ہماری شفاعت نصیب ہو سکے گی۔ یہ باتیں بالکل سچی اور ایسی ہیں کہ ان پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے ہمیشہ ایسے اعمال نیک کیے جاویں کہ جن کے باعث انسان حق تعالیٰ کے عذاب میں بفضل مبتلا نہ ہو سکے گا۔ قول امام علیہ السلام کے بعد تو کسی کو ایک حرف بھی کہنے کی حاجت نہ ہونی چاہئے (نا عجزنا و ادا لی البصار)

منقول ہے کہ جب جناب امام علی نقی علیہ السلام اس آیت کی تلاوت فرماتے تو بعد گریہ فرماتے تھے ایک مرتبہ ان حضرت کی مادر گرامی نے کہا کہ بیٹا آپ تو اچھے ہیں پھر گریہ کا ہے کو ارشاد ہوتا ہے کہ مادر گرامی لکڑیوں میں جب تک چوہا پھلے نہ ڈالا جائے جلتی نہیں میں اسی طرح سے دیگر ائمہ طاہرین علیہم السلام کا حال تھا۔ اسی یہ بزرگوار

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۳۱۸۵ س ۱۹۴۷ء

بعدالت جناب سید قدیر حسن صاحب بہادر جج خفیہ لکھنؤ مقام لکھنؤ

لہ رام کشور دغیرہ رستوگی اشرف آباد شہر لکھنؤ

بنام

ہیرالال دغیرہ

بنام عہد ہیرالال ولد بودی سنگہ قوم بھاکر

رام اور جرمند سیتا رام قوم برہمن پان فروش

ہر گاہ مدعیان نے ہمارے نام ایک نالش بابت ۱۲/۱۲ کے دائرہ کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاؤ کہ

۲۱ مارچ ۱۹۴۷ء بوقت ۱ بجے دن اصالٹا یا معرفت دکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا

گیا ہوا درجہ کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ اور کوئی شخص ہو جو جواب ایسے سوال

کا دے سکے حاضر ہوا در جواب ہی دعویٰ مدعی مذکور کی کرداد ہر گاہ ہی تاریخ جو ہمارے احضار کے لئے مقرر ہے

واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم لازم ہے کہ اپنے جواب دعویٰ کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت

پر یا جن دستاویزات پر تم دلالت کرنا چاہتے ہو اسی روزان کو پیش کرو۔

سطح رہو کہ اگر بعد مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری ہمارے سموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۵ فروری ۱۹۴۷ء میرے دستخط اور عدالت سے جاری کیا گیا۔

فہر عدالت

اطلاع دستخط ماکم

۱۔ اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ ہمارے گواہ اپنی مرضی سے حاضر نہ ہوں گے تو تم عدالت ہڈ سے سمن بایں مراد جاری کر سکتے

ہو کہ جو گواہ نہ حاضر ہو وہ جبراً حاضر کرایا جائے اور جس دستاویز کو کسی کو اس سے پیش کرانے کا تم استحقاق رکھتے ہو وہ اس سے

پیش کرائی جائے بشرطیکہ تم اس کے واسطے زرخداک جو ضروری ہو عدالت میں داخل کر کے اس امر کی درخواست گذراؤ۔

۲۔ اگر تم مطالبہ مدعی کو تسلیم کرتے ہو تو تم کو لازم ہے کہ رد یہ یہ مع خواجہ نالش عدالت میں داخل کرو تاکہ ڈگری کا اجرا

جو تمہاری ذات یا مال پر یا دونوں پر ہو کرانہ پیرے۔ ۳۔ شک سمن ہڈ ہے۔

دقت حاضری بذریعہ جناب جج صاحب بہادر خفیہ لکھنؤ ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک۔ بیان پورا پتہ درجہ کرد

نقل عرضی دعویٰ یا مختصر بیان نوعیت دعویٰ یا جیسی صورت ہو (حقیقاً عدہ آرزوہ مجموعہ ضابطہ فوجداری)

محالصال ثواب

جناب مولانا مفتی سید امد علی صاحب قبلہ مدظلہ پرنسپل مدرسہ تاجیہ اور جناب مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ مدظلہ امام جمعہ و جماعت و جناب مولانا سید محمد سعید صاحب قبلہ مدظلہ و جناب تاج العلماء مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ مدظلہ علماء اعلام کی جانب سے مدرسہ و عظیمین میں فرملت جناح جی غلام حسین صاحب جیٹیا بھائی مدظلہ کے برادر مرحوم اکاچ نور محمد صاحب مرحوم کے اہل ائے ثواب کے لئے ایک عظیم الشان مجلس منعقد ہوئی جس میں جناب سلطان اصفیٰ مولانا خانظ کفایت حسین صاحب قبلہ و اعظا نے ایک سو کہ آرا تقریر فرمائی اور مجلس نہایت کامیاب ہوئی۔

رباعی

از نتیجہ فکر عابجناب ثواب سید محمد حسین صاحب کوثر کان پوری
سیح بات کے کہنے میں وقت نہی نہیں
مستمن کی دلیل کی ضرورت ہی نہیں
سرسبز ہے باغ خلد میرے دم سے
کوثر نہ جو جنت میں تو جنت ہی نہیں

یہ سرسبز سی افسر الاطبا و جناب مولانا حکیم سید مرتضیٰ حسین صاحب صدر الافاضل
حضرت علامہ عریضی کی مقبول ایجاد

گھونٹی

جس سے لاکھوں بندگان خدا فائدہ اٹھا چکے ہیں درد شکم درد معدہ درد جگر درد گردہ تو لہج باؤ گولہ ہمال
درد طحال ہوا سیر بد ہضمی مرگی ہسٹریا بلکہ معدہ اور جگر کے لگاؤ سے پیدا ہونے والی تمام بیماریوں میں نافذ بخش
ہوتا ہے عورتوں کے ایام کی خرابی و نفع کرتا ہے خصوصاً ایام سرا میں بعد غذا میں استعمال کرنے سے خون صاف
پیدا کر کے چہرہ گلدار کرتا ہے، جو ایک دفعہ منگالیتا ہے ہمیشہ منگالارہتا ہے اور دوسروں سے بھی تحریک
کرتا ہے بڑی فیشی والا بکس مع حصول ڈاک چھایا و نشیناں ہے میں طلب کر کے امتحان کر لیجئے۔
نور بصیر موت اور حواہرات والا سرمہ آنکھوں کی تمام شکایتیں دور کر کے روشنی بڑھاتا ہے قیمت فی نشینی

میں حصول وغیرہ گھونٹی فیکٹری مرتضیٰ حسین رود لکھنؤ

چونکہ معصوق اور محبوب الہی تھے اس لیے ہی چاہتے تھے کہ خدا کی معصیت کوئی نہ کرے جس سے وہ ناراض ہو
تو جب کسی کو معصیت کرتے دیکھتے تو ان حضرات کو سخت شاق گذرنا اس لئے کہ وہ گناہ ان کے سامنے ہوا
اور اس وقوع گناہ سے استغفار فرماتے تھے کیا ایسا استغفار ان حضرات کی حد درجہ غلام نوازی ظاہر نہیں کرتا
ہم لوگ کون ہیں؟ سب حضرات معاکدہ کیلئے کہ ہم لوگ ان ہی انوار مقدسہ کی بچی ہوئی مسٹی سے مخلوق ہوئے
ہیں اور ہم اپنے اپنے اللہ کی اطاعت و لوظ فی حد تک واجب اور بروز قیامت بھی انشاء اللہ العزیز ہلوگ نہی
بزرگواروں کے ساتھ محسوس ہونے کی ہر وقت دعا بھی کرتے رہتے ہیں۔ پس جب ہلوگ محض انفضال الہی سے
اس قدر بڑے مرتبہ پر فائز ہیں تو اصولاً اور انصافاً ہم سب پر یقینی واجب ملازم ہو جاتا ہے بالخصوص حضرات
سادات عظام برجن کی نسبت رسولی اکا و ارشاد ہے الصالحون لله وظاحون لی یعنی ان میں سے نیکوں
کی خدا کے واسطے اور بدوں کی میری خاطر سے عزت کرو کہ اپنے بزرگان دین کی طرفی تاسی ہر وقت کر کے اپنی
غلامی کو چار چاند لگاتے رہیں ورنہ عدم تاسی کی صورت میں عوام الناس سے باز پرس ہوگی اور حضرات
سادات سے ان کے مرتبہ کے لحاظ سے دگنی باز پرس کا خدشہ ہے یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ ہلوگ معصوم نہیں
ہیں لہذا جب معصومین ہمیشہ خود ڈرتے رہے اور اپنی اولاد کو بھی اسلام پر مرنے کی وصیت کرتے رہے تو ہم
گنہ گاروں پر بھی تو ایک نہ ایک حد تک لازم سا ہو جاتا ہے کہ ہم بھی خدا سے ڈریں اور اپنی اولاد کو بھی سیدھا خدا
کے منشا کے مطابق ڈرائیں ناخفم و تدبیر

۳۳ یہ آیت عام مسلمانوں کے متعلق ہے کہ تم میں سے ایک گروہ تو ایسا ہونا چاہیے جو دوسروں کو نیکی کی طرف
بلائے اور براؤں سے روکے ان ہر دو کے نتائج بھی خدا نے بتا دیے ہیں یعنی دلی مرادیں پانا کیا اس قسم کی دعوت
کو ہم تبلیغ نہیں کہہ سکتے پھر تبلیغ کے دروازہ کا ہمیشہ کھلا رہنا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ سراسر منشا الہی کے منافی اور
مستوجب سزا بھی ہے۔

ان ہر سہ آیتوں سے تو ہر ذی فہم اور عقل سلیم رکھنے والے مسلم پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا
کہ عالم اسباب کے تحت ہم سب مخلصانہ تعاون باہمی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں آزاد نہیں ہیں اور بھداق
دوست آں باشد کہ گروہ دوست دوست
در پریشانی حالی و در ماندگی

ہر شخص پر فطراناً لازم ہے کہ وہ معصیت کے وقت بندگان خدا کے کام آئے جو تکمیل نے قرآن کی آیتوں کے بموجب
گنہگاروں کو جلنے کے لئے متعدد جلدوں کے دیے جانے کا ذکر کر دیا ہے لہذا اب تمام مسلم باعوم اور ہر گھر کے
بزرگ بالخصوص جو اپنی عقل خدا داد سے عاقبت کے سخت مذکورہ بالا مواخذہ سے بڑھ کر کسی اور چیز کو پریشانی
اور دماندگی ہرگز نہ کہیں گے کیا ان پر خود کی آدران کے متعلقین کی مذکورہ بالا پریشانی کے دھیمہ کی ذمہ داری

اسی دنیا میں بحیثیت مربی عائد نہیں ہوتا؛ اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ چونکہ عاقبت میں کوئی کسی کی مدد نہ کرے گا جیسا کہ قول جناب امیر المومنین علیہ السلام مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہے لہذا عاقبت کے آئینوں سے دور واقع ہونے والے عذاب کی سخت و دہشت کو محسوس کرتے ہوئے ہر بزرگ خاندان کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ سب سے پہلے خود ایسے نیک اعمال بجالائے اور پھر اپنے متعلقین کو بھی ان کی تلقین کرے کہ جن کے باعث وہ خود کو اور اپنے متعلقین کو عقیقی کے عذاب کی سختی سے محفوظ کر سکے پس احساس ذمہ داری ایک اہم سوال ہے جس کا ہم سب کو بعد غور کامل جواب دینا ہے اگر افضال الہی سے ہم لوگوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا یعنی اپنی ذمہ داری سے عہدہ بردار ہو نا ہم سب نے اپنے اور اپنے متعلقین کی دستگاری عقیقی کے لئے بدرجہ اتم واجب کر لیا تو پھر تو بفضلہ بڑا پار ہے لفظ ذمہ داری ایک جامع لفظ ہے کہ جس سے تمام مسلمان بفضلہ واقف بھی ہیں لہذا اس پر مزید بحث تحصیل حاصل ہے۔

ہم تو کہیں گے کہ خدائے رحمن نے آیہ علیٰ میں عجب فلسفہ و حکمت کا مسئلہ ہمارے حل کے لئے بیان کر دیا ہے وہ یہ کہ اگر جراح یا ڈاکٹر مریض کے زخم کو پیرنے وقت ضروری سختی نہ کرے اور مریض کی عارضی تکلیف سے نرمی ہی کرتا جائے تو ایسا فعل اسکے معززین کے خلاف ہو گا کیونکہ عمل جراحی یا آپریشن دہی باعموم کامیاب کیا جاتا ہے کہ جس میں ڈاکٹر مواد فاسد کا ایک ذرہ بھی مریض کے جسم میں باقی نہ رکھے تاکہ خون میں زہر پلا اثر پیدا نہ ہو سکے اور مریض بالکل تندرست ہو جائے کیا مذکورہ بالا تشریح اور ضروری سختی کے طریقے کو مستعمل کرنے سے فی زمانہ کسی شخص کو روزمرہ کے مشاہدہ سے انکار ہو سکتا ہے ہم تو کہیں گے کہ نہیں اور ہرگز نہیں پس ہمارے معزز بزرگواران اسلامی بلا تشبیہ ہی نشانہ ایزدی ہے جو آیہ علیٰ میں خدائے نہایت صاف اور کھلے الفاظ میں بیان کر دیا ہے اب اس کی مزید وضاحت بھی مختصر الفاظ میں کی جاتی ہے کہ اگر بدن کو ان کی بدی سے یہ سمجھ کر کہ خدا کے انحراف کے علاوہ ایسے بدوں سے خاندان اور قوم کا نام بدنام ہوتا ہے روکا جائے تو خدائے رحمن اپنے ایسے مطیع و منقاد بندوں کی ہر وقت مدد کر کے رہتا ہے اپنے متعلقین کے ساتھ مثل ڈاکٹر نرمی و سختی کا برہم عمل استعمال کرنا ہر بزرگ خاندان کا اپنے خود اور اپنے متعلقین کی عاقبت بخیر کرنے کے لئے سخت ضروری ہے ورنہ اگر مواد فاسد کا ایک ذرہ بھی مریض (متعلقین) کی عارضی تکلیف کے مد نظر باقی رکھا گیا تو پیرنے مسئلہ طبی خون میں زہر پلا اثر کا پیدا ہونا ضروری اور بعد میں چل کر مریض کے دیگر ملک امراض میں مبتلا کرنے کا باعث جبکہ ہم ہنگام خدا کا گناہوں پر قائم رہ کر بالآخر خیر الدنیا و الآخرة بھی کہہ سکتے ہیں کیا کوئی شفیق و مہربان مربی خاندان اول اپنے

ر	ا	ی	ب	یہ آدمی اکثر پریشان رہتا ہے
X	ا	س		یہ ہزار چھپاؤ مگر نہیں چھپتا
X	ت	م	ع	اکثر بد نظر عورتیں اس سے محروم ہوتی ہیں
X	ت	م		ایک کامیاب فلم
X	X		ج	اس عینہ میں گرمی زیادہ ہوتی ہے

آفتاب نمبر ۲ اور
۵۰۰ روپیہ نقد انعام
پہلا انعام صحیح حل ۲۵۰ روپیہ
دوسرا انعام ایک غلطی ۱۲۵
تیسرا انعام دو غلطی ۵۰

چوتھا انعام سب سے زیادہ حل بھیجنے والوں کو ۵۰ روپیہ۔ داخلہ کی آخری تاریخ ۲۸ زوری ۱۳۸۶ء ہے۔
شرائط:- فیس داخلہ فی حل ایک روپیہ۔ تین حل ڈھائی روپیہ۔ فیس داخلہ کا سنی آرڈر آنا لازمی ہے۔ سنی آرڈر
کے کوہند برائیا نام و مکمل پتہ لکھنا لازمی ہے۔ بھر۔ ٹھ۔ وغیرہ کو ایک ہی لفظ مانا جائے گا۔ ایک شخص جتنے حل چاہے
فیس کے ساتھ ارسال کر سکتا ہے۔ سب سے زیادہ حلوں کا انعام جب دیا جائے گا جبکہ حلوں کی تعداد کم سے کم
۵ تک ہو۔ ہر شخص کو ہر حل کا انعام الگ دیا جائے گا۔ انعام کی رقم ہر ماہ کے ۵ تاریخ تک ارسال کر دی جائے گی
نتیجہ نکلنے کے لئے ۲ کے ٹکٹ ارسال کریں۔ کوئی بات یا جواب منگوانے کے لئے پتہ پتہ کے ٹکٹ ارسال کریں۔
نیچر کا فیصلہ قطعی ہوگا۔ ہمارا پتہ انگلش میں لکھنا۔ (نیچر کے لئے پتہ: نیچر کتاب کمپنی پوسٹ بیوروڈی (ضلع تھانہ)
Manager, AFTAB Mamma Co. P.O. Bhimnadi
(T H A N A)

ہندوستان کی مشہور اور مقبول دوا

جوہر کمونی

جس کی آمدنی وقف اہمیت علیہم السلام ہے

درد بکتر، درد ٹھال، بواسیر، باد گول، درد گردن، ہیچش، درد تو لہج، ضعف معدہ، کمزوری باہ، تھقی،
بد ہضمی، ہیضہ، ہسٹریا، اور عورتوں کے ایام کی خرابی کو دور کرنے والی صرف اکیلی دوا ہے۔
جو کل امراض کے لئے اکسیر ہے تاجروں کے ساتھ خاص رعایت، قیمت فی شیشی کلاں ایک روپیہ چار آنہ
مینبر کا رخا نہ:- جوہر کمونی، شمس الادویہ چوک، لکھنؤ

بدالت جناب سید قدیر حسن صاحب پنج خفیہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ ۱۳۸۵ھ

- مقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی پتوالال ولد بگوان پرشاد قوم کائٹہ ساکن محلہ ہانہ تھانہ چوک لکھنؤ
 بنام ۱۔ ہرودت ! جہنمی عمر ۳۵ سال ولد انت پرشاد قوم بہمن ساکن مانی کڑہ تھانہ چوک لکھنؤ
 ۲۔ لالہ رام سرورپ عمر ۳۵ سال ولد پتوالال قوم رستوگی ساکن بانڈا راجہ تھانہ چوک لکھنؤ
 ۳۔ پنڈت سری نرائن عمر ۳۷ سال ولد نامعلوم قوم بہمن ساکن گرین مارکیٹ نینگنیش گنج لکھنؤ
 ۴۔ لالہ ہنڈاس عمر ۳۳ سال ولد نامعلوم کلا تھہر چٹ بزارہ اسین آباد تھانہ وزیر گنج لکھنؤ
 ۵۔ لالہ ناتھو رام عمر ۳۳ سال ولد نامعلوم رستوگی ساکن دوکانوں تھانہ وزیر گنج لکھنؤ
 ۶۔ لالہ لیدار ناتھ عمر ۲۵ سال ولد نامعلوم قوم رستوگی ساکن بانڈا راجہ تھانہ چوک لکھنؤ
 ۷۔ لالہ بشیمبر ناتھ عمر ۳۳ سال ولد نامعلوم رستوگی ساکن بانڈا راجہ تھانہ چوک لکھنؤ
 ۸۔ گیا پرشاد عمر ۳۳ سال پریڈنٹ مراری پاٹ شالہ ساکن قیصر باغ لکھنؤ
 ۹۔ لالہ مہاری عمر ۳۳ سال ولد نامعلوم ملازم رائے صاحب جے نرائن مصر ساکن نینگنیش گنج لکھنؤ
 ۱۰۔ جگت نرائن عمر ۲۷ سال ولد مالک چودھری تمبولی ساکن ہانہ تھانہ چوک لکھنؤ
 ۱۱۔ ملا دھے کشن عمر ۳۳ سال ولد نامعلوم ساکن ہیرامن پورہ ضلع بہرائچ
 ۱۲۔ جے نرائن عمر ۳۵ سال ولد نامعلوم محال ساکن انہ نگر لکھنؤ
 مطلع ہو کہ دیوالیہ مذکورہ صدر نے اپنی بریت کی درخواست عدالت ہذا میں گزرائی ہے اور
 عدالت ہذا نے سماعت درخواست کے واسطے بتاریخ تیرہ ۱۳ فروری ۱۳۸۵ھ بوقت
 ۱۰ بجے مقرر کی ہے۔

تاریخ ۲ جنوری ۱۳۸۵ھ

دستخط حاکم

مہر عدالت

خود کے لئے اور بھرائی لاڈلی اور چاہتی اولاد کے لئے مفصلہ بالا انجام کو آن واحد کے لئے بھی نظر
استحسان سے دیکھنا پسند کرے گا ہم تو کہیں گے کہ کوئی بھی جھوٹی سی عقل والا انسان اس انجام بد
کے خیال کو اپنے گوشہ دل میں لانے کی جسارت نہ کرتے ہوئے مادام الحیات خود کی اور اپنے متعلقین
کی رشد و ہدایت کے مساعی جھیل کو اپنا خود شکوہ و زلفہ بقبر کرے گا۔

آیت ۱ میں بغض اللہ یعنی خدا کے دشمنوں سے دوستی نہ کرنا صرت انہی لوگوں کے لئے غالباً
مخصوص ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں پس معلوم ہوا کہ جو لوگ ان ہر دو پر دل سے ایمان
نہیں رکھتے ان پر احکام خدا (بغض اللہ) کی تعمیل بھی لازمی نہیں۔ لہذا ایسے لوگوں سے تو کسی درمندانہ
مندانہ خدا کا رویہ سخن نہ ہونا چاہئے وہ جانیں اور ان کا خلا اعلان کلمۃ الحق کے تحت ہم نے یہ آخری
اور مدلل جملہ درج کر دیا ہے۔ اب اہل اسلام خود اپنے مفاد و دارین کے لئے جیسا چاہیں کریں کیونکہ دین
میں جبر و تشدد کا حکم نہیں ہے صرت احکام خدا کا پورا پورا دنیا بردار آیات دربارہ تبلیغ ضروری ہے واقعی
خوش بخت ہیں وہ لوگ اور نہ ہے نصیب ان ذمہ دار حضرات کا جو اپنے متعلقین کی اصلاح مثل ڈاکٹر
ان کی فلارج دارین کے خیال سے کرتے رہتے ہیں۔

حقیقی مومنین کی تعریف میں جہانک ہم سے متوفیق ایزد و منان ہو سکا ہم نے حوالہ قلم کرنے کی سعادت
حاصل کر لی ہے اور تبلیغ کے متعلق بھی تین کیتوں کو درج کر دیا ہے اہل دل مسلم حضرات اپنی عقل خدا داد اور
فہم رسا سے اس مختصر سی تشریح کو کما حقہ سمجھ کر اس سے ظنی حد تک عہدہ برآ ہو کر انشاء اللہ العزیز حقیقی میں لی
مرا دیں بھی پا کر رہیں گے انھو المراد واللہ المستعان و ما توفیق الا باللہ العلی العظیم۔

مرثیہ

مرثیہ شمس السلام چھٹا تبلیغی مرثیہ ہے اور موجد صاحب سرسوی وہ خوشگو شاعر ہیں کہ انکے کلام میں
شگفتگی اور سلاست و فصاحت کے ساتھ ساتھ تعقیقات کے جواہر باجے بھی نظر آتے ہیں زیر نظر

مرثیہ میں بیک تبلیغی پہلے ہیں اور فاضل شاعر نے بتایا ہے کہ اسلام بزرگ مرثیہ نہیں پھیلا۔

موصوف کے اشعار ابداً محرم نہیں دیکھ کر قارئین کرام کو موجد صاحب کے محاسن کلام یاد ہوں گے مرثیہ میں سب بڑی
خوبی یہ ہے کہ کھائی چھائی کاغذ کے لحاظ سے اس قدر دیدہ زیب ہے کہ معلوم ہوتا ہے تاج کپنی کا گارہ شاہکار ہے

حاشیہ پر مغز سفیدٹ نوٹ اور ٹائٹل پر کمر لاکہ نقشہ ہے نسخ میں چند رباعیاں اور سلام بھی ہیں اس مرقعہ کو خرید کر

ضرر مولف کی بہت افزائی کرنا چاہئے۔ قطع ۲۰۲۰ء
لئے کا پتہ:- سیدنا غلام حسین نقوی موجد سرسوی

نلیٹ عدا موہن مینشن تھان دن لی خوشحال داس روڈ سرائے کوہ رٹرس کراچی

امام بارہ شہزادہ سکندر شکوہ

از عالیجناب شیخ تصدق حسین صاحب ایڈوکیٹ لکھنؤ

یہ مالی شان امامبارہ امین الدولہ پارک کے جانب جنوب پھاٹک کے اندر واقع ہے۔ اس کو مرزا سکندر شکوہ نے بعد دولت نواب سعادت علی خاں بنوایا تھا۔ مرزا سکندر شکوہ اعلیٰ حضرت شاہ عالم بادشاہ دہلی کے تحت جگہ اور حضرت محمد اکبر شاہ ثانی کے سکے بھائی تھے۔ حضرت شاہ عالم کی خاص محل نواب قدسیہ بیگم ایران کے شاہی صفویہ خاندان کا چشم چراغ اور امامیہ مذہب کی پیرو تھیں بادشاہ کے ان سے کئی شہزادے ہوئے ان میں سے بعض نے باپ کا طریق اختیار کیا اور بعض نے ماں کا۔ ان شہزادوں میں مرزا جہاندار شاہ نبرائے حکومت نواب آصف الدولہ بوجہات چند درجہ دہلی سے لکھنؤ چلے آئے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ یہ باپ کے طریق پر حنفی المذہب تھے۔ نواب آصف الدولہ نے ان کے ۲۵ ہزار روپیہ ماہانہ بطور گزارہ مقرر کئے۔ اس کے بعد شہزادے بعض اسباب کی بنا پر بنارس منتقل ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے چھوٹے بھائی مرزا سلیمان شکوہ آئے ان کے بھی ۶ ہزار روپیہ ماہوار مقرر ہوئے پھر جب شاہ زمن غازی الدین حیدر نے اپنے نو فرزند مرزا نصیر الدین حیدر کی شادی مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی رقیہ سلطان بیگم سے کی تو ۶ ہزار روپیہ ماہانہ اور اضافہ کر دیے اب بارہ ہزار روپیہ ماہوار ملنے لگے اب بعد ان کے برادر خور و مرزا سکندر شکوہ لکھنؤ آئے آخر الذکر دونوں شہزادے ماں کے طریق پر خفیہ تھے اکبر شاہ ثانی جو شاہ عالم بادشاہ کے بعد تاج و تخت کے مالک ہوئے ان ہی شہزادوں کے سب سے بڑے بھائی تھے انہوں نے مذہب اہلسنت اختیار کیا تھا مرزا سکندر شکوہ پوشیدہ طور پر کافاشجاعت علی خاں کے ساتھ آئے اور پڑائے کے باغ کے کچھ اڑے ایک انگریز کی کوٹھی و باغ کرایہ پر لیکر اس میں سکونت اختیار کی۔ مرزا سلیمان شکوہ بچہ لکھنؤ میں قبل سے موجود تھے دس روپیہ یومیہ ان کے خاصہ کے لئے مقرر کر دیے۔ موصوف کے ہمراہ دہلی سے اکثر اباب علم و دانش مثل مرزا محمد حسن قتیل میر کبیر علی وکیل و آغا شجاعت علی خاں وغیرہ آئے تھے

مرزا قتیل نو مسلم تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کا نام دیوان سنگھ تھا ان کے باپ درگا ہی مل فرید آباد ضلع دہلی کے باشندے قوم کے کھتری تھے قتیل ایک مدت تک امیر الامرا غازی الدین خاں بہادر عماد الملک کی مصاحبت میں رہے اس کے بعد شہزادہ سکندر شکوہ کے ہمراہ لکھنؤ چلے آئے یہاں ان کی بڑی قدر و منزلت ہوئی شعور و شاعری میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ نظم و نثر دونوں کے استاد تھے فارسی و ترکی میں بھی بہت استعداد ہمہ پہنچائی تھی عرب و عجم و ترکستان کا سفر کر کے فارسی و ترکی کے محاورات کی بہت تحقیق و ترقیق کی تھی۔

یہ زمانہ کرنل جان بیلی کی ریڈیٹنسی کا تھا اسوقت مرزا غلام دین احمد عرف مرزا جعفر کا طوطی بول رہا تھا۔ مرزا قیتل سے مرزا جعفر اور ان کے بیٹے قمر الدین احمد عرف مرزا حاجی سے بہت راہ در رسم تھی ان کی کوشش سے کئی برس کے بعد گورنمنٹ انگریز نے ہزار روپیہ ماہوار بطور گزارہ شہزادہ موصوف کے مقرر کر دیے۔

مرزا سلیمان شکوہ نے نواب سعادت علی خاں سے اکثر مرزا سکندر شکوہ کا تذکرہ کیا مگر انہوں نے ہر بار یہی عرض کیا کہ مجھے شرف ملازمت حضور کیا کم ہے مگر جب مرزا جواں بخت کے بیٹے مرزا عالی قدر کی شادی مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی سے ہوئی تو آخر الذکر ہندوستان کی رسم کے مطابق محفل میں حاضر نہ تھے ان کے بچاؤ مرزا سکندر شکوہ ان نظام و انصرام محفل میں مصروف تھے جب نواب سعادت علی خاں شریک محفل ہوئے تو مرزا سکندر شکوہ ایسے وسیع الاخلاقی سے پیش آئے کہ نواب سعادت علی خاں بہت خوش ہوئے اور ان کے بڑے بھائی کی عنایتوں کو بھی بھول گئے بلکہ چند روز میں دونوں ایسے ہم پیالہ ہم نوالہ ہو گئے کہ بقول سید کمال اللہ حیدر مصنف قیصر التوابع مرزا سلیمان شکوہ نے بھائی کو بہت مدد لکھا کہ وزیر و امراء سے اس طرح ملنا ہمارے خاندان کی توہین ہے غرض کہ ہزار روپیہ ماہوار نواب سعادت علی خاں نے بھی مرزا سکندر شکوہ کے مقرر کئے اب ان کی آمدنی دو ہزار روپیہ ماہوار کی ہو گئی۔ اس رقم میں مرزا شجاعت علی خاں کی معرفت ان کا ضروری سامان امارت درست ہو گیا

(بقیہ نمٹ لوٹ صفحہ ماقبل) قواعد فارسی کے متعلق ان سے کئی چھوٹے چھوٹے رسالہ در ایک دیوان مزبان فارسی یادگار ہے جب نواب سعادت علی خاں نے درگاہ حضرت عباس کو نئے سرے سے بنوایا اور بالائی حصہ میں سنہرا کمرخی گنبد بھی تعمیر کرایا تو قیتل ہی نے اسکی تاریخ لکھی ”این گنبد جدید بنائے سعادت است“

ان کے علم و کمال کا شہرہ منکر نواب سعادت علی خاں عالی اودھ کو بھی ان سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا اور موصوف کو طلب فرمایا مگر انہوں نے عرض کیا میں تعمیل ارشاد کے لئے مسرور حتم حاضر ہوں مگر چند باتوں کا بے حد عادی ہو گیا ہوں ایک تو حقہ ہر دم ہدم دائیں رہتا ہے دوسرے دستار سے طبیعت الجھتی ہے فقط کلاہ سادہ استعمال کرتا ہوں تیسرے جو علم حاصل کیا ہے اس کی تعظیم و تکریم کا امیدوار ہوں اگر یہ تینوں صورتیں منظور خاطر عاظم ہوں تو شوق سے طلب فرمائیں فقیر خوشی حاضر ہے اور اگر خلاف رائے بندگان حضور ہے تو بندہ کہ قیلم شہرنا منظور ہے علم و دست اور ہنر پر دروائے انکی تینوں شرطیں منظور کر لیں اور بے تکلف آئیں اجازت دی مگر جو وقت مرزا کے دروازہ پر پہنچنے کی خبر ہوئی تو نواب نے پہلے سے اٹھ کر ملنا شروع کر دیا جو وقت مرزا اندر داخل ہوئے پہلے کھڑے کھڑے ملاقات ہوئی پھر دونوں بیٹھ گئے حقہ کی طرف لہانے توجہ کی اور شہزادی نے دم مار مار کر سر پر بھی درباری پگڑی نہ تھی صرف سادی کلاہ تھی۔ مرزا نے اسکاہ اور بقولے دیگر کلام میں لکھنؤ میں انتقال کیا

نواب سعادت علی خاں ان کی سلامت روی اور کردار و رفتار سے بہت خوش تھے۔ مرزا سلیمان شکوہ کی چھ ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی تھی مگر اس پر بھی اپنی شاہ خیزیاں اور لاپرواہی کی بدولت صاحبان شہر کے قرضدار ہو جاتے تھے لیکن مرزا سکندر شکوہ نے اسی دو ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی سے رقمیں انداز کر کے سکونتی باغ کو خرید لیا اور اس میں امامباڑہ کو کھٹی و مجلس مکملہ صاحب بخیر ملازم ریاست اودھ کے زیر اہتمام تعمیر کرائی نواب سعادت علی خاں اکثر جمع کو تعمیر کے معائنہ کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ کوٹھی دونوں کی اتفاق رائے سے تعمیر ہوئی تھی اور نواب سعادت علی خاں اکثر روپیہ بھی برائے تعمیر بھیجتے تھے سفر میں بھی اکثر انھیں کو ساتھ لے جاتے تھے دس ہزار روپے سفر خرچہ کے لئے بھیجتے تھے۔

مرزا سکندر شکوہ نے اپنے بیٹے مرزا عباس شکوہ کو دہلی سے بلوایا اور جو رقم گزرا کر اودھ سے مقرر تھی وہ اُنکے نام جاری کرادی نیز یہ وہی امامباڑہ میں بڑے تکلف سے کرتے تھے حضرت فاضل الدین حیدر کے عہد حکومت میں سفر آخرت اختیار کیا اور اپنے ہی امامباڑہ میں دفن کئے گئے اُنکے انتقال پر جو دہ ہزار روپے سرکار انگلشیہ سے مقرر تھے اس میں سے چارم حصہ وضع ہو کر ساڑھے سات سو روپیہ ماہوار مرزا عباس شکوہ کو ملنے لگے۔ مشاہیر شاہی کی صورت یہ ہوئی کہ مرزا عباس شکوہ جب تک قلعہ دہلی میں مقیم تھے اس وقت تک مذہب امامیہ پر پورے اکثر عشرہ محرم میں ان سے اور دیگر شہزادوں سے بوجہ اختلاف مذہب قصہ ہو جاتا تھا۔ لکھنؤ میں پ کے انتقال کے بعد مذہب حنفی اختیار کیا اور تصوف کی جانب میلان ہوا۔ مانتا دانت علی شاہ کے دادا کے مرید ہوئے رنگین لباس مثل فقرا اختیار کیا اور بقول سید کمال الدین حیدر عشرہ محرم میں آنکھوں کو نواب محترمہ الدولہ آغا میر کے یہاں مجلس میں تشریف لے گئے وہاں تبرا ہوا ان کو بہت برا معلوم ہوا مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔ صاحب خانہ کو بہت تعجب ہوا انھوں نے کل ماجرا بادشاہ سے عرض کیا چنانچہ ہزار روپیہ ماہوار جو سرکار شاہی سے ملتے تھے موقوف ہو گئے۔

حضرت فاضل الدین حیدر کے عہد حکومت میں مرزا عباس شکوہ کی بیگم نے بہ سبب ناموافقت مہر کا دعویٰ دائر کیا کل املاک دین مرہ میں قرق ہو گئی نواب امین الدولہ نے تخمیناً اٹھائیس ہزار روپے کو بمول لی شہزادہ موصون ٹیپو خاں کے مکان میں اٹھ گئے امین الدولہ نے اور آراضیات دوسرے لوگوں سے خرید کر باغ میں شامل کیں اور لاکھوں روپے صرف کر کے امین آباد بازار وغیرہ بنوایا۔

بڑی مجلس اس موسمہ بارہ دہی جو امامباڑہ کے جانب مغرب واقع ہے نواب امین الدولہ نے اپنی حیات میں اپنی بیوی عباسی خانم کو جو نواب کی بیوی بھی نہا دہن تھیں ہبہ کر دی جبکہ بخیریت مالک قابض رہیں بعد انتقال نواب انھوں نے نواب مرحوم کے داروغہ کتب خانہ سید مصطفیٰ صاحب عقد ثانی کو لیا

ان سے ایک لڑکی ہمدی بیگم پیدا ہوئی اسکے بعد سید مصطفیٰ کا انتقال ہو گیا اور عباسی خانم نے پھر تیسرا نکاح محمد باقر سے کیا۔ اس کے بعد عباسی خانم بھی عالم بالا کو راہی ہو گئیں ان کی رحلت پر ان کی جائداد میں ۴۸ بطور حق شہری محمد باقر کو ملے۔ اور ۶۷ زریر النساء خانم دختر کو جو نواب امین الدولہ سے تھیں اور باقی ۶۷ دوسری بیٹی ہمدی بیگم کو لے جو سید مصطفیٰ سے تھیں محمد باقر نے اپنا حصہ بقدر ۴۸ علاقہ کر کے وزیر منزل لے لی جو مجلس کی نشست گاہ تھی اس کو انہیں شیخ فرزند علی صاحب وکیل نے خریدا۔ مجلس کو ۱۹ شعبان میں انصر جہاں بیگم صاحبہ زوجہ جناب ممتاز حسین صاحب بیرسٹر نے دس ہزار روپیہ کو خریدا۔

۱۳۱۶ء میں جب مینوسپل بورڈ لکھنؤ نے باغ امین الدولہ کو ٹھی جو غیر لیکر ایک بھلے کو کھو کر ہوا اس کو دی تو مسر ممتاز حسین نے امام بارگاہ مرزا سکندر رشکوہ کی عمارت مبلغ تین ہزار روپے کو بحیثیت سکریٹری انجمن اصلاح المسلمین مینوسپل بورڈ لکھنؤ سے بنام انجمن مذکور خرید کر اس میں بیتیم خانہ قائم کیا جس کا نام بعد میں موصون کی یادگار میں ”ممتاز دارالیتامی“ رکھا گیا جو تا حال عمارت مذکور میں برقرار ہے اور کامیابی سے چل رہا ہے۔

رُبَاعِيَّاتُ

ملاح امام انام علی جناب سید علی اطر صاحب مرغوب

اللہ و رسول کے پیارے ہیں حسین	ہر بکس و مضطر کے سہاے ہیں حسین
طوفان الم میں جب کو نظریں ڈھونڈھیں	وہ ہی تو نجات کے کنائے ہیں حسین



آفاقِ امام کے ستارے ہیں حسین	حیدر ہیں قمر تو ماہِ پائے ہیں حسین
مخلوقِ خدا کے اتنے مرغوب ہوئے	ہر کس ہی کتا ہے ہمارے ہیں حسین



مشک کشاکش کے لعلِ پیمبر کے نور عین	مظلوم کو بلاؤ شہنشاہِ شرقین
آام کا ہجوم ہے خامِ پیر آپ کے	امداد کیجئے مری یا حضرت حسین

لکھنؤ میں پیامِ عزرا

ماہِ پنجاب سید ممدی حسین صاحب ہمدرد لکھنؤی

گذشتہ نمبر میں عشرہ محرم کی مکمل رپورٹ افرادِ قدیم کی محترم نگاہ میں آنی کا طے سید رحیم پنا بٹ ہوئی اور مجھے جرات ہوئی کہ ایامِ عزرا کے باقی مجالس پر بحث کر دوں لکھنؤ کی عزرا داری سلاطینِ داد و دو کے وقت سے شہرہ آفاق ہے اور درحقیقت انھیں اربابِ ہمت کے یہ برکات ہیں جو دورِ انحطاط میں بھی لکھنؤ مرکز سمجھا جاتا ہے اور اقطاعِ ہند کے داغظین و مبلغین کو یہاں پڑھنے کی آرزو رہتی ہے۔ ایک ایرانی داعضا مولانا محمد علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمود بن غلام علی نجفی ہمدی جو پہلی مرتبہ ہمدی خرمین وارد لکھنؤ ہوئے تھے اور پھر دوسری بار عند رشتہ داروں میں ان کا لکھنؤ میں گذر ہوا تو عزرا داری کا فردغ دیکھ کر انھوں نے کہا۔

دو ایسی لکھنؤ برائیاں تھیں از اربابِ کمال مالا مال و درین تعزیر داری دس گویاری امام قتل بے عدیل و در علو در مذہب تکلیف دہ و دینداری بے شل (صلوات سرور المؤمنین)

وہ مناظرِ تواب کہاں ہیں پھر بھی شہر میں جو چہل پہل زمانہ عوام میں رہتی ہے اس سے غیر اقوام بھی واقف ہیں عشرہ محرم ختم ہونے کے بعد ہفتہ وار مجالس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس میں بعض عزرا خاںوں میں ہشتم ربیع الاول تک آٹھویں دن کی مجلس ہوتی ہے اور بعض میں چہلم کے قبل سلسلہ ختم کر دیا جاتا ہے جبکہ جگہ جگہ عشرہ شروع ہوتے ہیں جن کا سلسلہ آٹھویں تک باقی رہتا ہے نیز سالانہ مجالس ہر ایام منعقد ہوتے رہتے ہیں اور کوئی دن ایسا نہیں رہتا جس میں کوئی مجلس سالانہ ہو یہ بائیان مجلس سال بھر کے بعد صرف ایک دن اپنے احباب اور عام مومنین کو دعوتِ شرکت دیتے ہیں اور عزرا داروں کو اس کا خیال دامن گیر رہتا ہے کہ اس موقع پر شرکت ضرور ہو۔

فی الحال سالانہ مجالس میں جمع کے لحاظ سے کوئی عظمت باقی نہیں ہے اور جو شان گذشتہ ۲۵ سال قبل سالانہ مجالس کی تھی وہ اب نہیں ہے۔ زمانہ کے تغیرات اور نقل مکان کی وجہ سے سالانہ مجالس کے انعقاد کے بعد لکھنؤ میں سالانہ مجلسیں کا چلن کم ہو گیا اور جو شخص سال بھر کی محنت کے بعد ایک مجلس کرنا تھا اس نے بجائے ایک مجلس کے دس مجلسیں قرار دیکر اپنی مجلس کو عشرہ سے تبدیل کر دیا

سالانہ مجلسیں اس وقت جو سالانہ مجلسیں منعقد ہوتی ہیں ان میں ۱۰ صرف تلسی رام کے احاطہ کی مجلس

۱۶ صرف کوپنس مرزا محمد سلطان شاہ عرف یوسف مرزا صاحب کی قدیم مجلس، نئے نواب صاحب ۱۹ صرف وقت عصر کی مجلس ۲۰ صرف مرزا رفیع حسین غریب کی مجلس ۲۱ صرف کوخان بہادر نواب سید محمد حسین خاں صاحب بہادر کی سرپرستی میں سلطنتِ ٹرٹ کی طرف سے ماہِ پنجاب نواب سید اشتاد حسین خاں صاحب نواب سید محمد حسین خاں صاحب

رئیس اعظم کی سالانہ مجلس، نواب شہنشاہ حسین صاحب وکیل مرحوم کی چھٹی ربیع الاول رات کی مجلس بسبب جماع غیر معمولی وسیع حیثیت رکھتی ہے اس کے علاوہ روزنامہ جو کثیر اور تعداد مجلس منعقد ہوتی ہیں ان کا تحریریں لانا دشوار ہے۔

یوم غم ایام عزائیں کی یوم غم منعقد ہوتے ہیں جنہیں شیعہ بیت المال کا یوم غم جو جنت البقیع کی بربادی کی یادگار ہیں حکومت سعودیہ کے خلاف ۱۳۳۳ھ سے جاری ہے اور صفر کے پہلے اتوار کو المم بارزہ جہاؤ لال تمام اجماعی انجمنیں اپنے دستے لیکر سینہ زنی کرتی ہوئی جاتی ہیں جناب قدردار العلماء و مجتہد العصر نے اس کا اتفاق کیا اور جناب عمدة العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب المم جمعہ نے بیت المال فنڈ سے اس مظاہرہ غم کو باقی رکھا ہے۔

(۲) ۲۰ صفر جہلم کا یوم غم پوری شان و شوکت سے کامیاب ہوا صبح سے ہرادران المذمت کے تعزیرے جو کہ سے گذرتے رہے مسجد تحفین پر زائرین کا ہجوم تھا بانار میں وہ کشمکش محی کہ گذرنا ممکن نہ تھا زوال کے وقت تک ہر جلسہ میں جہلم کی مجلس ختم کر کے مومنین ۱۲ بجے سے گھر بلائے تال کوٹہ روانہ ہوتے ہیں اور کوٹہ رید اسٹریٹ سے تال کوٹہ روڈ تک باجوہ کی میل کا فاصلہ ہونے کے باجبا سبیل میں اور عواروں کا ہجوم رہتا ہے نوہ خوانی میز زنی گروہ ہنداری مجمع غیر معمولی تھا سات بجے شب تک یہ غم افروز سلسلہ کربلا کے راستہ میں نظر آتا رہا اور جو مجلس لاتعداد احاطہ کر بلا میں منعقد ہوئیں ان کی تعداد ضبط تحریر میں نہیں آسکتی کچھ احاطہ کے جدید تعزیر پر اس جلوس کا اختتام ہوتا ہے (۳) ۲۸ صفر کا یوم غم کچھ زیادہ کامیاب نہیں ہو سکا اور گروہ آجس تعداد میں تابوت علم تعزیرہ کربلائے تال کوٹہ رہ جاتے ہیں وہ اس سال بھی لائے گئے۔

(۴) آٹھویں ربیع الاول کا یوم غم جو وفات امام حسن مسکری ہونے کے کاٹا سے شیعیت کا آخری روز مصیبت ہے یوگائیو کامیاب ہو رہا ہے اور چپ تعزیرہ کے بعد شہر کے تمام اجماعی دستے روزنامہ کا ظہن جاتے ہیں منہ کو گروہ روئے شہیدہ زہد حضرت باب کو کچھ تک جا بجا ناگیرے شامیانے حرم کے بھانگ پر آیات قرآن مجید کے طفرے اور کتبہ نصب کئے جاتے ہیں اندر ہر ممکن آراستگی سے کام لیکر اس روز غم کو کامیاب بنایا جا رہا ہے۔

تعزیرہ جو تعزیرہ عشرہ کے دن اٹھ جاتے ہیں ان کے بعد تقریباً ۲۵ حریم روز وفات امام زین العابدین سے مومنین شہر کے تعزیرے اٹھنا شروع ہو جاتے ہیں پہلے تو بخو کا تعزیرہ فقیر کا تعزیرہ با اعتبار مجمع جلوس کے کاٹے گذشتہ روز میں نواب میر محمد حسین صاحب مرحوم کا تعزیرہ شمیم آریگم مرحوم کا تعزیرہ نواب چنگی قدر کا تعزیرہ نواب میر اصغر حسین صاحب مرحوم کا علم بن صاحب کا تعزیرہ شاہانہ جلوس اور شان و شوکت کیساتھ خلائق کے ہجوم میں مشہور تھا۔ مگر اب مندرجہ ذیل تعزیروں سے عواداری کی رودنی ہے۔

۱۱) چھوٹی لانی صاحبہ کا تعزیرہ ۲۸ صفر کو اقبال منزل لکھنؤ سے اٹھتا ہے جلوس اصطلاحی باجے اس تعزیرے کے

خاص بلوہیں و کٹورہ اسرٹ کی دینی منکر پر جب پہنچا ہے تو زائرین کے جم سے دور دیکھیں بلکہ باقی نہیں رہتی ہمارا راجہ محمد آباد کی اولوالعزمی کا ایک نمونہ ہے جو عوادری کے لئے روح رواں تھے۔

(۲۲) میرزا اب علی صاحب مرحوم کا تعزیہ ۱۲ ربیع الاول کو عصر کے وقت عرصہ دراز سے اٹھتا ہوا صاحب جم نے عمر بھر پہلک کی خدمت کی اور علما و کرام کی مجالس میں خصوصی حضرات سے رکن العز کا خطاب حاصل کیا ان کو لکھنؤ کی کوئی مجلس کسی نہیں چھوٹی تھی یہ تعزیہ عرصہ دراز سے اٹھتا ہوا اور اب مرحوم کے فرزند چھبیں صاحب کے والد کے صحیح قائم مقام ہیں اور اس کثرت مجالس میں شرکت کرتے ہیں کہ دوسرے مومنین کو ان کی نمائندگی پر غلطہ ہوتا ہے تعزیہ میں اب بھی بہت بڑا مجمع ہوتا ہے اور اشرف آباد روڈ سے کٹورہ گلی تک اہل ایمان کا سمندر موجزن ہوتا ہے ابھی چند سال ادھر کی بات ہے کہ شہزادہ چھبیں صاحب مرحوم اپنے مخصوص انداز میں اس تعزیہ میں سوز و خواتی فرماتے تھے اور ان کے خداداد اثر سے تعزیہ کامیاب ہوتا تھا ان کی رحلت کے بعد نواب سید عابد حسین عرف شہر یار صاحب رئیس لکھنؤ کا یہ خاصیت زیادہ نگاہ استعنا سے دیکھا جاتا ہے اس تعزیہ میں امسال باسراحت نے جو ملک کے شہزادہ اہل فن میں ہیں خواہ اندلی کا فور حاصل کیا اور حضرت مرزا دبیر مرحوم کا شہرہ و مرتبہ سے آہوے کچھ قربانی داد رہی حسین

اس دلدادہ انداز سے پڑھا کہ مجمع میں ہلچل ہو گئی ان کی کامیابی کا راز انداز داد، حسن صوت آواز میں قوت صحت الفاظ ان تمام خصوصیات کے ساتھ ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ شیعہ نہیں ہیں اور ان سنی مسلمانوں میں ہیں جو عوادری کو اپنی نجات سمجھتے ہیں ہم باسراحت کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ سرکار شہزادہ امین دلی عقیدت رکھتے ہیں تعزیہ کے تمام مومنین ان کی خواہندگی کو نگاہ استعنا سے دیکھتی رہے خداداد عالم اور موفیق کرے۔

(۲۳) چپ تعزیہ آٹھویں ربیع الاول کو علی الصباح افضل علی کی ڈیوڑھی سے اٹھا مقامی اور غیر مقامی مومنین زیادہ سے زیادہ مقدار میں شریک ہوئے چوک سے گزر کر غلام حسین کے پی کے راستہ سے روضہ کا ظہین جلوس آیا راہ میں کئی بار ار باب ذوق نے اس ماتمی جلوس کے فوٹو لئے حاجی حسن مرزا صاحب تاجر کے چھوٹے صاحبزادے چپن صاحب کی نقابت سب کامیاب ہوئی اور حاضرین نے کئی کئی بار پڑھوایا۔ اس کے علاوہ لا تعداد تعزیہ دو مینہ آٹھ دن میں اٹھتے ہیں جن کی تفصیل سے بندہ قاصر ہے۔

مجالس کے عیش و سویم امام کے بعد سے شہر کے ہر حلقہ میں عشرے شروع ہو جاتے ہیں۔ (۱) جناب نجم الملک صدر الشریعہ میلانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد رجم کا عشرہ ثانیہ جس میں مختلف ذاکرین اور مرتبہ گو حضرات نے ذاکری کی جناب تاج العلماء مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ مجتہد اور ان کے برادران عالی شان نے مجالس کا بہترین انتظام کیا (۲) ذاکری اور تبرک کے سکاٹا سے نواب علی صاحب غلام مرحوم کے صاحبزادے کا بنا کردہ عشرہ وزیر گنج میں پہلیم کے بعد سب کامیاب رہا جس اقتصاد کی شکست کے دور میں روزانہ بڑے پیمانہ پر

تھیں ترک روز شیعہ ایام کی ضیافت اور آخری مجلس میں بلوری پلیٹ میں بلاؤ کی تقسیم قابل تقلید اختیار ہے جس سے ہزار ہا غربا کی پرورش ہوئی (۳۸) امین آباد مسجد کلاں پھانگ کے عشرہ میں امین غایت بہر صفر جناب سان اللہ زبدۃ العلماء مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ مدبر الہوا عطا نے سورہ ہل انی کی تفسیر محققانہ انداز سے بیان کی اس مجلس میں جملہ حاضرین اور تعلیم یافتہ طبقہ بڑے خلوص سے شریک ہوتا رہا اور غریب بانی مجلس واجد حسین صاحب ہمت مسجد کلاں پھانگ کی دعائیں لیں (۳۹) نواب سردار علی خاں صاحب رانی رئیس عظم کھنڈو کی بنا کردہ مجالس شکوہ پلس میں یکم غایت، ربیع الاول بعد مغربین نہایت کامیاب ہوئیں مولانا سید محمد صاحب قبلہ زید پوری نے فاضلانہ ذکر فرمائی۔ نواب صاحب خود بہ نفس نفیس ہر امیر و غریب کی خاطر تواضع میں مصروف رہے۔ (۴۰) چپ تفریکہ کا عشرہ ۲۸ صفر سے، ربیع الاول تک امام باڑہ ناظم صاحب مرحوم میں بہت زیادہ کامیاب ہوا مولانا سید ابراہیم صاحب قبلہ پاروی نے فضائل و مصائب بیان کئے مولانا کی ہر دعوت میں اس عشرہ میں بڑھتی جاتی ہے یہ مجالس فضائل و مصائب ہر محاذ سے معرکہ آرا ہوئیں۔

اسکے علاوہ بکثرت مقامات پر عشرے ہوئے اور مقامی اور غیر مقامی مومنین نے خدمت سید الشہداء صمیم قلباً انجام دی سلطان المدارس کا عشرہ جو چند سال سے قائم ہوا تھا بوجہ چند درجہ منعقد نہیں ہوا۔ روزانہ کی مجلسیں شہر میں بعض ایسے روشن خیال افراد بھی ہیں جو جہلم یا آٹھویں ربیع الاول تک پہنچنا مجلس کرتے ہیں اس سلسلہ کی بعض مجلسیں انوس ہے کہ موت ہو گئیں اور جواب بھی ناچہلم روزانہ منعقد ہوتی ہیں انکی فہرست یہ ہے۔

(۱) مسجد دیوان ناصر علی مرحوم کٹرہ ابوتراب خاں میں روزانہ بعد عصر۔

(۲) مسجد تحسین علی خاں خود واقع ڈیورھی آغا میر کھنڈو منجانب علی حسن موندن مرحوم بعد مغرب

(۳) شریعتیہ حضرت ناصر اللہ والدین طاب ثراہ واقع نخاس قریب کھنڈو بعد مغرب

(۴) روضہ فاطمین میں علی الصباح

(۵) روضہ خیف واقع نواز گنج میں

(۶) مسجد تبتی واقع باغ مکہ میں

مؤخر الذکر ہر مسجد مجالس سالہا سال ہوا کرتے ہیں کوئی دن تاخیر نہیں ہوتا۔ وداعی علم اور مقبرہ جناب عالیہ گوہ گنج کی مجلس میں خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب ہلوی کا بیان نہایت پر مغز تھا آٹھویں کی آخری مجلس کشمیری مجلس محمد اعظم جناب شمس العلی مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ کی ناسازی مزاج سے پہلے قائم اللہ مولانا سید قائم مہدی صاحب صدر الافاضل نے کامیاب پیش خوانی کی پھر جناب مظفر نے چند فقرات مصائب میں مجلس کو زیر و زبر کر دیا خداوند عالم شہر کی عوام داری کو اندہ قسری دے۔

ہستادون کا واحد فنی و طبی ادارہ

۳۰ سال سے نہایت عزم و استقلال سے ملنے قوم اور فن طب کی بیش بہا خدمات انجام دے رہا ہے ہندوستان۔ ایران۔ افریقہ اور برصغیر نجات کے اکثر ممالک جس سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ ملک کی اعلیٰ ترین ہستیتوں سے لیکر غریب اور فقرا تک جس سے مستفیض ہو چکے ہیں، باوجود اقتصادی اور تجارتی مشکلات کے مثل سابق اپنے مشن پر مستعد اور خدمات میں مصروف ہے۔ برصغیر نجات کے مرضا کو مشکل پیچیدہ و کٹھن امراض میں مفت مشورہ دیا جاتا ہے اعلیٰ داخلہ ہندی مفرد مرکب ادویات سرے پانک کیلئے تمام امراض کی بنی بنانی ملتی ہیں ہر مفت طلبہ فائے

نشی الصالحین رضوی

یہ وہ شراب ہے زہد جسے ہم میں ملیں

جس کا نسخہ سلطنت عباسیہ کے شہنشاہ اعظم خلیفہ ہارون الرشید کی فرمائش پر دارالعلوم ربانی طیبہ حانی خانوادہ رسالت حضرت امام رضانے ترتیب دیا یہ دوا شاہ مذکور کے استعمال میں آخر عمر تک رہی اور حسبِ صحت اس کا نسخہ اوراقِ ذہب پر لکھ کر خزانہ شاہی میں محفوظ کیا گیا عصائے پیر ہے، تیغِ جواں ہے، حرزِ طفلان ہے، جگر و معدہ کے

افعال کو درست کر کے خون صالح پیدا کرتی ہے، سور القنیہ، نفخ کبدی، جلد ہر (ہر قسم کے) استفادہ کو ددر کرتی ہے۔ اعصاب کو قوی کرتی ہے، امراضِ بارہ عرق النساء، نفرس، وجعِ مقاصل، کھٹیا، فالج، لقوہ، استرخار کو کھوتی ہے۔ اسکی مداومت امراضِ بالاسے محفوظ رکھتی ہے، ادویہ منی، مثانہ گردہ کو قوی کر کے قوتِ خاص میں پیش بہا اضافہ کرتی ہے۔ قلب و دماغ کو تقویت بخشتی ہے، اور شرابِ ناب کے برے اثرات کو ددر کرنے میں کثیر صفت ہے، بوڑھوں کو لطفِ جوانی، اور جوانوں کو لطفِ زندگانی بخشتی ہے۔ بچوں کے لئے بے نظیر گھٹی ہے، عورتوں کے اکثر پوشیدہ امراض اور بیقاعدگیوں کو ددر کرتی ہے۔ جواں، بوڑھوں، بچہ، عورت، مرد سب کے لئے یکساں مفید ہے۔

قیمت فی بوتل ————— چھ روپیہ سے — ۶/-

مینجر دواخانہ معدن الادویہ و کٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ابن مومنہ سلوم مدرالو اعظمین کی قابل و قدر میر

برادر ایمانی، صاحب کتب، اشوب میں لائبریری کی تیز رفتاری میں قرضہ جانی کہ مستند لڑل کچھ
 میں اہل ایمان کے لیے جو کتب کی بنیادوں پر منسل سابق مضبوط مستحکم کر کے میری ایمان کو دینا
 نے فرمایا میں نے ان کتب کو اس وقت تک لے کر یہودی ہے کہ دینا کے قلعہ تیار ہو سکے۔ یہ کتب ان کے
 غار مطالعہ فرمایا اور بہت کتب لے کر ایک جگہ فرو طلب فرمایا میں ادا کرانے کے حکم کی نگرانی کیا تا کہ تعمیل کیے گئے۔
 حالانکہ کتب کے نام ابن مومنہ سلوم مدرالو اعظمین نمبر ۱۶ کیننگ اسٹیٹس

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
انگریزی ترجمہ تصنیف	۰	البیۃ والخلقات	۱۴	مناظرہ معاد و تنازع	۱۶	کشف حقیقت	۱۴
ترجمہ قرآن مجید حصہ اول	۱	انسانی قربانی	۱۳	الاعجاز	۱۶	در نقون	۱۶
غیر مجلد	۱	عجاز القرآن	۱۵	فلسفہ	۱۶	عائین غیبیہ	۱۶
ترجمہ قرآن مجید دوم	۱	حقوق نسوان اور	۱۵	البنی	۱۶	امیر الامراء و انوار ایک غار سالار و جنگ بزرگ	۱۶
مجلد	۱	اسلام	۱۶	نسخہ	۱۶		
مصحف کاملہ حصہ اول	۱	تحقیق البدار	۱۶	اسلام	۱۶		
مجلد	۱	راز شہادت	۱۶	قرآن	۱۶		
مصحف کاملہ حصہ دوم	۱	القول الجبیل فی	۱۶	روا	۱۶		
المودۃ القرانی غیر مجلد	۱	التواریخ والاحیال	۱۸	س	۱۶		
دی برافٹ ایڈخلات	۱۸	اسلام اور دعا داری	۱۶	سلو	۱۶		
اسلام نامش علی و سدر	۱۶	کر بلا کا مجاہد	۱۶	شر	۱۶		
نوی اند کا	۱۶	مولود حسد	۱۶		۱۶		
اسلام ان کی لائبریری	۱۶	تعلیم اسلام	۱۶		۱۶		
ابن اینڈ بل کنگ	۱۶	یہ بنیاد اور تحقیق	۱۶	شریت الاسلام منہ	۱۶		
ترجمہ ہی آن کر بلا	۱۶	منقیل موسیقی	۱۶	حصہ دوم	۱۶		
بیرس	۱۶	قرآن اور اقتصاد	۱۶	کار نامہ محمد	۱۶		
اسلام (ان دس)	۱۶	تنقید قدامت و دین	۱۶	اسلامی صحیفہ	۱۶		
منار	۱۶	عجاز القرآن جلد دوم	۱۶	انجمنی حضرت امین بن	۱۶		
عجاز القرآن جلد اول	۱۶						

